تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم — ۳/دسمبر ۱۹۹۷ء — مدیر : حافظ عاکف سعید

گلیم پوش مکّہ کا یتیم ﷺ، جن کے ہاتھوں خلافتِ الٰہی کے تمام اجزاء کی تکمیل ہوئی

"....جب دعوتِ الٰہی' سیاستِ ملکی کی دیواروں سے آکر ٹکراتی ہے' یا جب اصلاحات کا دامن ملک کی بدامنی و انتشارِ حال کے کانٹوں میں الجھ جاتا ہے تو پیغمبر ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے قالب میں آگے بڑھتا ہے اور قوم و ملک کو نماردہ (نمرود کی جمع) اور فراعنہ کی غلامی سے آزادی دلاتا ہے۔ پیغمبروں میں عیسیٰؑ اور یحییٰؑ بھی گزرے ہیں جن کو حکومت کا کوئی حصّہ نہیں ملا تھا اور موسیٰؑ و سلیمانؑ و داؤدؑ بھی جو قوموں اور ملکوں کی قسمت کے مالک تھے لیکن محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰؑ و یحییٰؑ بھی تھے اور موسیٰؑ و داؤدؑ بھی۔ عرب کے خزانے (ان کے) دستِ تصرف میں تھے لیکن کاشانۂ نبوت میں نہ کوئی نرم بستر تھا' نہ غذائے لطیف' نہ جسم مبارک پر خلعتِ شاہانہ تھا' نہ جیب و آستین میں درہم و دینار۔ عین اُس وقت جب ان پر کسریٰ و قیصر کا دھوکہ ہوتا تھا وہ' گلیم پوش مکّہ کا یتیم اور آسمان کا معصوم فرشتہ نظر آتا تھا.... فتح مکّہ اسلام کی شہنشاہی کا پہلا دن تھا لیکن اصل خلافتِ الٰہی کے تمام اجزاء حج الوداع کے قریب تکمیل پائے۔ یورپ کی ناآشنا نگاہ میں اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ دور ایشیائی شاہانہ زندگی کا ایک طرب انگیز منظر تھا' لیکن آشنایانِ حقیقت کو شہنشاہ عرب ﷺ پھٹے پرانے کپڑوں میں مدینہ کی گلیوں کے اندر غلاموں اور مسکینوں کا کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ تاج و تخت سے بے نیاز' قصر و ایوان سے مستغنی' حاجب و دربان سے بے پروا' مال و زر سے خالی' خدم و حشم کے بغیر دلوں پر حکومت کر رہا تھا' نہ اس کی حکومت میں پولیس تھی' نہ بڑے بڑے انتظامی دفاتر' نہ کثیر التعداد اربابِ مناصب' نہ وزرائے شوریٰ' نہ امرائے سیاست' نہ الگ الگ حکّام و قضاۃ۔ وہ ایک ہی ذات تھی جو ہر فرض و خدمت کی خود ذمہ دار تھی لیکن بایں ہمہ وہ اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے اونٹ کے ایک بال کے برابر بھی زیادہ مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے عدل و انصاف کے آگے فاطمہؓ جگر گوشۂ نبوت اور عام مجرم برابر تھے...."

(اقتباس از "سیرت النبیؐ" جلد دوم' تالیف : مولانا شبلی نعمانیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عاکف سعید

موٹروے۔ ٹاٹ میں مخمل کا پیوند

ان سطور کی تحریر کے وقت ۲۶ نومبر کا سورج طلوع ہوا چاہتا ہے۔ آج کے دن کو پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل قرار دیا جائے تو شاید غلط نہ ہو گا کہ صبح دس بجے ایک بڑے جشن کے انداز میں موٹروے کا افتتاح ہونا ہے جس کے بعد یہ عظیم شاہراہ عوام کے لئے کھول دی جائے گی۔ یوں تو پوری قوم کو آج کے دن کا شدت کے ساتھ انتظار تھا لیکن وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب کے لئے یہ دن اس اعتبار سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ آج ان کے خوابوں کی تعبیر "موٹروے" کا افتتاح ان کے دست مبارک سے ہونا ہے۔ گویا وہ سحر جس کا انہیں برسوں سے انتظار تھا' بالآخر آج نمودار ہو گئی ہے ــــ موٹروے کا منصوبہ میاں نواز شریف صاحب کے اپنے ذہن کی اختراع ہے اور اس کی تعمیر کا آغاز بھی ان کے سابقہ دور حکومت میں ہوا تھا' لہٰذا اس میں ان کی غیر معمولی دلچسپی اور اس کے ساتھ ان کا جذباتی تعلق قابل فہم ہے۔ جوں جوں اس منصوبے کی تکمیل کا وقت قریب آ رہا تھا' موٹروے کی افادیت کے حوالے سے میاں صاحب کے بیانات کی شدت میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ پاکستان کی اقتصادی و معاشی تقدیر پورے طور پر موٹروے کے ساتھ وابستہ ہے اور موٹروے کے چالو ہوتے ہی اہل پاکستان کے لئے معاشی ترقی کے دروازے یکلخت کھل جائیں گے' پوری قوم ترقی کی شاہراہ پر بگٹٹ دوڑنے لگے گی' غربت و افلاس کی تاریک رات یکایک چھٹ جائے گی اور پاکستان ترقی پذیر ممالک کی صف سے نکل کر ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل ہو جائے گا' وغیرہ وغیرہ۔

موٹروے کی تعمیر بلاشبہ پاکستان کی تاریخ کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ ایک ایسے ملک میں جو اقتصادی لحاظ سے مفلوج ہو چکا ہو' غیر ملکی قرضوں کے بوجھ نے جس کی معیشت کی کمر توڑ کر رکھ دی ہو' جو اپنی ناگزیر ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھی ہر دم مزید قرضے لینے پر مجبور ہو' وہاں دنیا کے صف اول کے ممالک کے اعلیٰ ترین معیارات پر پورا اترنے والی ایک عظیم الشان شاہراہ کی تعمیر ایک انتہائی غیر معمولی بلکہ محیر العقول واقعہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ملکی ترقی میں ذرائع رسل و رسائل اور سڑکیں اور شاہراہیں یقیناً اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ہمارے ملک میں مختلف شہروں اور اضلاع کو ملانے والی سڑکیں نہ صرف یہ کہ ملکی ضرورت کو پورا نہیں کرتیں اور نئی سڑکوں کی تعمیر پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے بلکہ جو سڑکیں موجود ہیں وہ بھی انتہائی خستہ اور شکستہ حال ہیں اور بین الاقوامی سطح کے کسی کم ترین معیار پر بھی پورا نہیں اترتیں۔

ان حالات میں اسلام آباد اور لاہور کے مابین موٹروے کی تعمیر کسی انتہائی بوسیدہ ٹاٹ میں مخمل کا پیوند لگانے کے مترادف ہی قرار دی جا سکتی ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ہم نے اپنی بساط سے بڑھ کر اونچی چھلانگ لگانے کی کوشش کی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ موٹروے کے حوالے سے خوشنما آرزوؤں کی جو جنت ہم نے اپنے خیالات میں بسالی ہے اس کا عالم حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ؎

اک تصور کے حسن مبہم پر ساری ہستی لٹائی جاتی ہے

جذبات و خواہشات کو ایک طرف رکھتے ہوئے اگر موٹروے کی تعمیر کے میزانیہ نفع و نقصان کا حقیقت پسندانہ انداز میں جائزہ لیا جائے تو کچھ زیادہ خوش کن صورت سامنے نہیں آتی۔ وہ موٹروے جس کی تعمیر پر آج ہم خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں' پنجاب کے دو بڑے شہروں کو ملانے والی ایک شاہراہ ہی تو ہے جس سے صحیح معنوں میں اگر کسی کو فائدہ اور سہولت حاصل ہو گی تو وہ صرف پنجاب کے بعض شمال مغربی اضلاع کے رہنے والوں کو' کہ ان کے لئے لاہور آنا یا اسلام آباد جانا پہلے کے مقابلے میں بہت سہل ہو جائے گا ــــ اللہ اللہ اور خیر سلا ــــ جبکہ پاکستان کے دیگر صوبوں میں ہی نہیں پنجاب کے دیگر شہروں میں بسنے والے لوگ بھی موٹر وے کے "فیض" سے محروم رہیں گے اور دور بیٹھ کر سرد آہیں بھرنے کے سوا ان کے لئے کوئی چارۂ کار نہ ہو گا ــــ ضرورت اس امر کی تھی کہ موجودہ سڑکوں کی حالت اور معیار کو بہتر بنایا جاتا اور اگر وہی ارب ہا ارب روپے جو محض ۳۳۴ کلو میٹر لمبی موٹروے کی تعمیر پر صرف ہوئے ہیں' موجودہ سڑکوں کی حالت کو بہتر بنانے میں صرف ہوتے تو ملک کی اکثر اہم سڑکوں اور شاہراہوں کی حالت سدھر سکتی تھی اور اس طرح اس منصوبے کی افادیت کا دائرہ بہت وسیع ہو سکتا تھا۔

باقی اس کے جو فوائد گنوائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر محض زیب داستان کی قبیل سے ہیں' ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے ہمارے ملک میں نئے انڈسٹریل زون وجود میں آئیں گے اور انڈسٹری کو فروغ حاصل ہو گا' وغیرہ۔ بات بظاہر وزنی ہے لیکن اگر ملک کے اندر انڈسٹری کی موجودہ صورتحال پر نگاہ ڈالی جائے تو اس غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔ انڈسٹری لگانے کے لئے ہمارے ملک میں حالات سازگار ہی کب ہیں کہ ہم مزید انڈسٹریل زون بنانے کا کھکیڑ مول لیں! ــــ ہماری انڈسٹری دم توڑ رہی ہے' ملیں اور کارخانے یکے بعد دیگرے بند ہو رہے ہیں' توانائی کے ذخائر اتنے محدود ہیں اور ہماری غلط حکمت عملی کے باعث بجلی کا حصول آئندہ اتنا مشکل اور مہنگا ہو جائے گا کہ انڈسٹری لگانے میں فائدہ کا احتمال کم اور نقصان کا اندیشہ زیادہ ہو گا۔ ایسے میں نئے انڈسٹریل زون بنانا ہرگز دانش مندانہ قدم قرار نہیں دیا جا سکتا ــــ پھر ملکی وسائل کا جتنا بڑا حصہ اس منصوبے پر خرچ ہوا اور قسمت کی ماری پاکستانی قوم پر غیر ملکی قرضوں کے ناروا بوجھ میں جو غیر معمولی اضافہ اس منصوبے کی وجہ سے ہوا اس کی تلافی کا کوئی امکان دور دور نظر نہیں آتا۔ اس کے بجائے بھاری مینڈیٹ رکھنے والی مسلم لیگی حکومت نے اگر کالا باغ ڈیم کا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچایا ہوتا تو یہ ملک و قوم کی حقیقی خدمت ہوتی اور پوری قوم ان کے لئے دست بدعا ہوتی۔

ہم اس بحث کو طول دے کر اپنا اور قارئین کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے کہ اس منصوبے کے فوائد کا پلڑا زیادہ وزنی ہے یا نقصانات کا ــــ یہ امر واقعہ ہے کہ موٹر کی تعمیر ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ ہمارے ارباب اقتدار اور ہماری قوم کا اگر قبلہ درست ہو جائے تو یہ موٹروے بلاشبہ ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے لیکن اگر ہماری وہی بے ڈھنگی چال برقرار رہی اور ہم نے قیام پاکستان کے اصل مقصد یعنی قیام نظام خلافت کو نظرانداز کئے رکھا اور اللہ کی عطا کردہ "صراط مستقیم" کی بجائے موٹروے پر گامزن ہو کر ترقی کے زینے طے کرنے کا خیال خام ہمارے ذہنوں میں سمایا رہا تو شدید اندیشہ ہے کہ یہ موٹروے ہمارے ملی مسائل اور ملک و قوم کو درپیش الجھنوں میں مزید اضافے کا باعث بنے گی۔ اس لئے کہ کوا اگر ہنس کی چال چلنے لگے تو اپنی چال سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک

حکومت اور عدلیہ کی جنگ نے پوری قوم کو ہذیانی کیفیت سے دوچار کر دیا ہے

پارلیمنٹ اپنے چیف ایگزیکٹو کو بچانے کے لئے آئین میں دھڑا دھڑ ترامیم کرنا چاہتی ہے

صدر لغاری موجودہ حکومت کی بے مہابا خواہشات کی تکمیل میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں

صدر کے مواخذے کی تحریک لانے کی تیاریاں بھی ہوئیں مگر...

مرزا ایوب بیگ ' لاہور

چند ہفتے قبل راقم نے ندائے خلافت کے انہی صفحات میں عرض کیا تھا کہ تاریخ کو مواد فراہم کرنے کے معاملے میں پاکستان دنیا بھر میں سرفہرست ہے۔ بحرانی کیفیت اور ہنگامی صورتحال وقفہ وقفہ سے پیدا ہوتی رہتی ہے جس سے کالم نویسوں اور تجزیہ نگاروں کو بہت سہولت رہتی ہے اور انہیں نت نئے موضوعات پر طبع آزمائی کرنے کا موقع میسر آتا رہتا ہے۔ لیکن گزشتہ چند ہفتوں سے وطن عزیز پاکستان کے دو اداروں کے درمیان ہونے والی جنگ عظیم اول جس تیزی اور سرعت سے لڑی گئی اور فریقین نے جس طرح پینترے بدل بدل کر اور نشانہ باندھ باندھ کر ایک دوسرے پر گولہ باری کی' اس سے ساری قوم ایسی ہیجانی بلکہ ہذیانی کیفیت سے دوچار ہو گئی تھی کہ کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ اگلے لمحے کیا ہو گا۔ ایسے میں ایک تجزیہ نگار کیا تجزیہ کرے گا جب اسے یہ گمان ہو کہ قلم کی نوک سے الفاظ نکلتے' قرطاس پر پھیلتے اور کمپیوٹر اور پریس کے مراحل سے گزرتے ہوئے جب قارئین تک پہنچیں گے تو حالات کچھ کے کچھ ہو چکے ہونگے اور اس کے تجزیئے پر باسی پن طاری ہو چکا ہو گا۔

گزشتہ ہفتہ راقم جب اپنے تجزیئے کی آخری سطور رقم کر رہا تھا تو یہ خبر آئی تھی کہ حکومت نے توہین عدالت ایکٹ کی دفعہ ١٠ میں ترمیم کر دی ہے' جس کے مطابق اگر سپریم کورٹ کا کوئی بینچ توہین عدالت کے کسی مقدمے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس فیصلے کے خلاف اب سپریم کورٹ ہی میں انٹر کورٹ اپیل کی جاسکے گی اور پھر انٹر کورٹ کے اس فیصلے پر بھی نظر ثانی کی درخواست کی جاسکے گی جسے لازماً فل کورٹ سماعت کرے گا اور اس کا فیصلہ حتمی ہو گا۔ حکومت نے رات سوا ایک بجے قومی اسمبلی سے یہ ترمیم منظور کروائی اور سینٹ کو بھجوا دی جس نے اگلے دن اس ترمیم کی منظوری دی اور یہ ترمیم باقاعدہ قانون کی شکل میں ڈھلنے کیلئے صدر پاکستان کے پاس ان کے دستخطوں کیلئے پہنچا دی گئی۔ اس متبرک ترمیم کو لے کر تین بزرگان حکومت گورنر پنجاب شاہد حامد خان' وفاقی وزیر برائے مذہبی امور راجہ ظفر الحق اور وزیراعظم کے برادر خورد وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف ایوان صدر پہنچے اور ساڑھے تین گھنٹے تک صدر سے بل پر دستخط کروانے کیلئے تکرار کرتے رہے۔ صدر نے واضح کیا کہ آئین انہیں کسی بھی بل پر دستخط کرنے کیلئے ٣٠ دن کی مہلت دیتا ہے' وہ اپنے آئینی مشیروں سے مشورے کے بعد بل پر دستخط کریں گے۔ اس کو وزیراعظم اور ان کی ٹیم نے مخالفانہ جواب قرار دیا اور صدر کے خلاف مواخذے کی تحریک لانے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ وزیراعظم میاں نواز شریف نے پریس کے نمائندوں کے سامنے یہ بات ریکارڈ کروائی کہ پہلے جب بھی صدر صاحب کو کوئی بل دستخطوں کیلئے بھیجا جاتا تھا تو وہ فوری دستخط کر دیتے تھے لیکن اس مرتبہ وہ دستخط نہیں کر رہے' یعنی صدر کے ساتھ اپنی جنگ کو پبلک کر دیا۔ ادھر آرمی چیف جو انگلستان کا دورہ مکمل کر کے ترکی جانے والے تھے' وزیراعظم نے ان سے رابطہ کیا اور انہیں اپنا بقیہ دورہ منسوخ کر کے فوراً وطن واپس پہنچنے کیلئے کہا۔ اگلے روز چیف جسٹس نے ایک نرالا فیصلہ کیا اور ایک درخواست پر حکم صادر کرتے ہوئے صدر پاکستان کو ہدایت کی کہ وہ اس بل پر دستخط ثبت نہ کریں اور اگر وہ دستخط کر چکے ہیں تو بھی اس ترمیم کو معطل سمجھا جائے گا۔ چیف جسٹس کے اس فیصلے پر مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی میں اشتعال پھیل گیا۔ لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ ایک طرف صدر کے خلاف مواخذے کی تحریک لائی جائے اور دوسری طرف چیف جسٹس کے خلاف پارلیمنٹ کا استحقاق مجروح کرنے کی تحریک لائی جائے اور انہیں پارلیمنٹ میں طلب کیا جائے۔ دروغ بر گردن راوی' یہ بھی طے ہوا کہ چیف جسٹس کے خلاف آئین کی دفعہ ٦ کی خلاف ورزی (یعنی بغاوت) کا مقدمہ کیا جائے' جس کی سزا موت ہے۔ اس پروگرام کو آخری شکل دے دی گئی۔ قومی اسمبلی میں وزیراعظم کی تقریر کیلئے مائیک سیٹ کر دیا گیا کہ اچانک وزیراعظم کو آرمی چیف کا ایک ذاتی پیغام موصول ہوا۔ اس پیغام کے بعد وزیراعظم کا چہرہ کھل گیا اور انہوں نے اپنے پارلیمانی ساتھیوں کو اطلاع دی تو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے جسموں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی ہے۔

اس ساری صورتحال پر عوامی تبصرے جگہ جگہ ہو رہے ہیں۔ ہمارا قومی مزاج یہ ہے کہ ہم تمام معاملات پر اپنے ذاتی رجحان اور میلان کے مطابق سننا اور کہنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ موجودہ حکومت کے حمایتی ہیں ان کا موقف ہے کہ اس ملک میں تو قتل کے ملزم چھوٹ جاتے ہیں اور یہی جج چھوڑتے ہیں۔ یہ تو بہرحال توہین عدالت ہے' عدالت یا جج کوئی آسمانی مخلوق تو نہیں' یہ کیوں اتنے مقدس ہیں کہ ان کے خلاف کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اور دوسری جانب لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک معمولی باوردی کانسٹیبل سے الجھ پڑے اور اس کی وردی پھاڑ دے تو آئین کی دفعہ ١٨٦ کے تحت اسے تین سال تک سزائے قید بامشقت ہو سکتی ہے بلکہ دفعہ ١٨٩ کے تحت ایسے شخص کو بھی سزائے قید سنائی جا سکتی ہے جو محض اپنے دفاع میں کانسٹیبل کے ڈنڈے کو ہاتھ سے پکڑے' اس حرکت کو بھی سرکاری کام میں مداخلت گردانا جاتا ہے تو کیا چیف جسٹس آف پاکستان کو برا بھلا کہنے کی کھلی چھٹی ہونی چاہئے۔ آخر آئین میں یہ صاف صاف وضاحت کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ کسی بھی اسمبلی میں چاہے وہ صوبائی ہو یا قومی' یہاں تک کہ سینٹ میں بھی کسی ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ کے جج کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا اور جب بے نظیر کے دور میں' یہ تجویز سامنے آئی تھی کہ ایسا قانون بنایا جائے جس کے مطابق اگر کسی جج پر کوئی الزام عائد ہو تو پارلیمانی کمیٹی تشکیل دی جائے جو سارے معاملے کا جائزہ لے' اگر جج پر الزام صحیح ثابت ہوں تو اس کا مواخذہ کیا جائے۔ محض اس تجویز پر ملک بھر میں طوفان کھڑا ہو گیا تھا اور اس طوفان کو کھڑا کرنے میں اس وقت کی اپوزیشن یعنی موجودہ حکومت پیش پیش تھی اور وہ عدلیہ کے حقوق کی محافظ بن کر سامنے آئی تھی۔

اس تمام بحث کو ایک طرف رکھتے ہوئے ایک اہم سوال یہ ہے کہ حکومت کی جنگ تو عدلیہ اور خصوصاً چیف جسٹس سے ہے پھر وہ بار بار صدر کے مواخذے کی دھمکی کیوں دیتی ہے اور اس مرتبہ تو عین آخری موقع پر آرمی چیف مداخلت نہ کرتے تو صدر کے مواخذے کیلئے دستخط بھی لئے جا چکے تھے۔ تو اس کی وجہ اولاً تو یہ ہے کہ صدر کے پاس جو تھوڑے بہت اختیارات رہ گئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ حکومت اگر کسی جج کے خلاف ریفرنس سپریم جوڈیشل

کونسل میں دائر کرنا چاہے تو وہ براستہ صدر دائر کیا جا سکتا ہے پھر یہ کہ سپریم جوڈیشل کونسل کا فیصلہ صدر کیلئے محض سفارش کی حیثیت رکھتا ہے۔ صدر چاہے تو اس فیصلہ پر عملدرآمد کرے اور صدر چاہے تو اس سفارش کو رد کردے اور اپنا فیصلہ دے۔

ثانیاً یہ کہ حکومت کے چیف ایگزیکٹو کے خلاف مقدمات عدالت عظمیٰ کے زیر سماعت ہیں جس کے موجودہ چیف جسٹس کے بارے میں حکومتی رائے یہ ہے کہ وہ پر تول ہو چکے ہیں اور وزیراعظم کو سزا دینے پر تلے ہوئے ہیں' لہٰذا حکومت اپنے چیف ایگزیکٹو کو بچانے کیلئے دھڑا دھڑا آئین اور قوانین میں تبدیلیاں کرنا چاہتی ہے۔ لیکن کوئی بل اس وقت تک قانون کی صورت اختیار نہیں کر سکتا جب تک اس پر صدر کے دستخط نہ ہوں۔ حکومت کی خواہش ہے کہ صدر ۳۰ دن تک بل اپنے پاس رکھنے کے آئینی حق سے دستبردار ہو جائے تاکہ راتوں رات پاس ہونے والے بل قانون بن جائیں اور وہ یہ جنگ جیت جائے۔ موجودہ صدر فاروق احمد خان لغاری حکومت کی ان خواہشات کی تکمیل نہیں کر رہے اور حکومت اور عدلیہ کی جنگ میں ان کا وزن عدلیہ کے پلڑے میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ موجودہ حکومت نے برسراقتدار آتے ہی ان سے بہت سے اختیارات چھین لئے تھے۔ بہرحال ان حالات میں جبکہ ہمارے بڑے لوگ ان چھوٹی باتوں پر آپس میں دست و گریبان ہیں' آیئے جائزہ لیں کہ دنیا بھر میں کیا ہو رہا ہے اور مختلف اقوام دنیا میں اپنے مقام اور حیثیت کیلئے کس طرح ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔

صرف چند سال قبل شکست و ریخت سے دوچار ہونے والے سوویت یونین کا سب سے بڑا اور اہم ٹکڑا یعنی روس جس میں سوویت یونین کی مجموعی آبادی کا نصف حصہ آباد تھا اور دنیا اکثر و بیشتر سوویت یونین کو روس ہی کے نام سے جانتی تھی' وہ روس اپنا کھویا ہوا مقام اور مرتبہ دوبارہ حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ وہ چین سے اپنے تنازعے ختم کر چکا ہے۔ اس سے تجارتی اور باہمی مفاد کے دوسرے معاہدے کر رہا ہے۔ وہ جاپان سے جنگ عظیم دوم کے وقت کے سرحدی تنازعات ختم کرنے کو ہے اور جاپان سے اس کا مسلسل رابطہ ہے۔ وہ مشرق وسطیٰ میں اپنے اثر و رسوخ میں اضافے کیلئے کوشاں ہے اور امریکہ عراق کشمکش کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اس نے عراق کی تنہائی ختم کرنے کیلئے اس کے ساتھ بعض معاہدے کئے ہیں لیکن ساتھ ساتھ امریکی غیض و غضب کو سرد کرنے کیلئے عراق میں

امریکی انسپکٹروں کے داخلے کی راہ بھی ہموار کی ہے۔ ادھر امریکہ جو دنیا کی سپریم پاور ہے' اپنے نیو ورلڈ آرڈر کو مسلط کرنے کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کر رہا۔ ایران عراق جنگ اور عراق کویت جنگ کے بہانے وہ مشرق وسطیٰ میں اب عسکری طور پر ہر وقت موجود ہے۔ امریکی وزیر خارجہ محترمہ البرائیٹ امریکی مفادات کی ذاتی نگرانی کیلئے دنیا کا چکر کاٹ رہی ہیں۔ امریکہ کینیڈا میں منعقد ہونے والی بحرالکاہل کے کنارے واقع ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس میں بڑے زور و شور سے حصہ لے رہا ہے اور بل کلنٹن اس کانفرنس میں بذات خود شریک ہوئے ہیں۔

صنعتی اور تجارتی اعتبار سے ابھرتے ہوئے واحد اسلامی ملک ملائشیا اور اس کے عظیم قائد مہاتیر محمد کے خلاف پروپیگنڈا کا طوفان کھڑا کر دیا گیا ہے۔ چین دنیا کے ان چند ممالک میں ہے جہاں افراط زر منفی درجے میں ہے (یعنی منفی 6)۔ وہ امریکہ کا Most favourite country بن کر تجارتی فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے اور کچھ معاملات میں اس سے قدرے دور دور رہ کر اس کے دنیا پر مسلط ہونے کی کوششوں کے خلاف کسی قدر مزاحمت بھی کر رہا ہے۔ چین اور جاپان بھی اقتصادی جنگ جیتنے کیلئے ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔ فرانس خارجی معاملات میں امریکی تسلط سے مکمل آزادی حاصل کر چکا ہے اور عراق کے معاملے میں طاقت استعمال کرنے کے سلسلے میں اس نے امریکہ کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ بھارت یقیناً اس وقت ایک سیاسی بحران میں مبتلا ہے لیکن ایسے معمولی نوعیت کے سیاسی بحران جمہوری ممالک میں آتے رہتے ہیں۔ یہ اس کیلئے کوئی لاینحل مسئلہ نہیں ہے۔ اگر کوئی سیاسی افہام و تفہیم نہ ہوئی تو مڈٹرم انتخابات اس کا آسان حل ہے لیکن اس سیاسی بحران ہی کے دوران بھارت نے ترشول کا کامیاب تجربہ کیا ہے اور اگنی و پرتھوی کے بعد یہ اس کا تیسرا غیر روایتی اسلحہ کا تجربہ ہے۔ ایسا صرف اس لئے ممکن ہوا کہ ہر ادارہ دوسری طرف سے بے نیاز اپنے کام میں مگن ہے۔ لیکن ہم نے قائداعظم کے اس فرمان "کام' کام اور بس کام" کو جنگ جنگ اور بس جنگ سمجھ لیا ہے۔ یہ جنگ بھی اگر دشمنان اسلام اور پاکستان کے خلاف ہوتی تو یقیناً پاکستان ملت اسلامیہ کا مضبوط قلعہ بن چکا ہوتا لیکن یہ آپس کی جنگ لڑی جا رہی ہے ذاتی مفادات کیلئے ' اپنی انا کی تسکین کے لئے' اپنے اقتدار و اختیار کو جمانے بلکہ طول دینے کیلئے اور ہوس زر کے لئے۔ اس باہمی چپقلش کے باعث ہماری بیمار معیشت نزع کی حالت میں ہے۔ کیا ہم اسی طرح لڑتے جھگڑتے اکیسویں صدی میں داخل ہوں گے؟ ہم تو صرف دعا کر سکتے ہیں : اے اللہ ہمارے بڑوں کو سچ مچ بڑا بنا دے

(آمین)

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ قانون سازی میں حائل ہر رکاوٹ ختم کردیں گے۔ (نواز شریف)

O خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو۔

☆ نواز شریف کی کھل کر مخالفت نہیں کی تاکہ لوگوں کو بحران کی حقیقت کا پتہ چل سکے۔ (قاضی صاحب)

O ایں چہ بوالعجبی ست

☆ قوم نے بے غیرتی کی چادر اوڑھ لی' ہم محکوم سے مقروض ہوگئے۔ (بشریٰ رحمن)

O بشریٰ صاحبہ! یہ "غلامی اور بے غیرتی" کہیں آپ جیسے "معززین" کے سیاہ کرتوتوں کا نتیجہ تو نہیں۔

☆ کون کہتا ہے کہ نواز شریف جا رہے ہیں۔ (گورنر پنجاب)

O "زبان خلق" تو یہی کہتی ہے' آگے آرمی چیف جائیں یا صدر مملکت۔

☆ نواز شریف اسلامی فلاحی معاشرے کے قیام کیلئے قوم کو سود سے نجات دلائیں۔ (عمران خان)

O ایسے "بے فضول" کاموں کیلئے موصوف فارغ نہیں آپ ان کی "فراغت" کا انتظار کریں۔

☆ سوپیازاور سولسن کھانے والوں کا کھیل جاری رہے گا۔ (حافظ حسین احمد)

O حافظ صاحب! آپ نے "جوتوں" کا ذکر تک نہیں کیا' آخر کیوں؟

☆ عدلیہ صرف قرآن وسنت کے منافی قوانین معطل کرسکتی ہے۔ (جسٹس (ر) تنزیل الرحمٰن)

O مگر آج تک تو ایسا نہیں ہوا.....

☆ آبادی میں اضافہ کی وجہ قوم کی کاہلی اور کام چوری ہے۔ (بیگم عابدہ حسین)

O محترمہ 'قومی وسائل کی لوٹ مار کرنے والے آپ جیسے "با اصول" سیاست دان ماشاءاللہ کافی چست چالاک ہیں۔

☆ آخر یہ بحران آیا کیوں ہے اور اس کی ضرورت کیا تھی۔ (وزیراعظم)

O اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

☆ اسرائیل کے ایٹمی اور کیمیاوی ہتھیار بھی تلف کئے جائیں۔ (عراق)

O آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

☆ جماعت اسلامی "عبوری حکومت" کے لئے باصلاحیت ٹیم فراہم کرسکتی ہے۔ (لیاقت بلوچ)

اللہ کی کتاب اور رسول ؐ کی احادیث صحیحہ کی طرف واپس پلٹنے میں ہماری نجات مضمر ہے

اسلام ہر حالت میں آئے گا' ہر صورت پھیلے گا

امت اسلامیہ کا اقتصادی مستقبل

ستمبر ۹۷ء اسلام آباد میں منعقدہ ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے موتمر عالم اسلامی کے مذہبی مشیر جناب مجدی بن محسن وروۃ کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم' الحمد للہ رب العلمین والصلاہ والسلام علی اشرف المرسلین نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین واشہدان لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' واشہدان محمدا عبدہ ورسولہ : امابعد :

برادران کرام! میں آپ حضرات کو ایک معاشی خوشخبری دینا چاہتا ہوں' ایسی خوشخبری جس کا حصول یقینی ہے کیونکہ رب کائنات نے سات آسمانوں پر سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر یہ خوشخبری بذریعہ وحی پہنچائی۔ صحیح حدیث میں ارشاد نبوی ہے :

"اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو جمع کر دیا تو میں نے اس کے مشرق اور مغرب اور اپنی امت کی جغرافیائی انتہا دیکھ لی"

یعنی اس مبارک امت کی وسعتیں مشرق اور مغرب میں پھیل جائیں گی۔

اس خوشخبری کی روشنی میں ہمیں اس امت کے مستقبل کے بارے میں پریشان نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی ضرورت ہے آنسو بہانے کی' اس لئے کہ اسلام ہر حالت میں آئے گا' ہر صورت پھیلے گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی بالکل صحیح ہے کہ : "یقیناً یہ کام وہاں تک پہنچے گا جہاں تک دن اور رات پہنچتے ہیں' اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا کوئی گھر خواہ وہ شہر میں ہو یا گاؤں میں مگر اس میں اللہ داخل کردے گا اسے عزت کے ساتھ یا ذلت کے ساتھ ' وہ عزت جو اسلام دے گا یا وہ ذلت جو کفر کے ذریعے آتی ہے"۔

یعنی مراد یہ ہے کہ اسلام اس طرح پھیلے گا جس طرح دن اور رات پھیلتے ہیں اور اسلام دنیا کے ہر گھر میں داخل ہو گا چاہے وہ گھر شہر کا ہو یا گاؤں کا۔

مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اسلام پھیلے گا یا نہیں؟ اور نہ یہ مسئلہ ہے کہ یہ امت غالب آئے گی یا نہیں؟ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ تبدیلی ہمارے ذریعے آئے گی یا کسی اور کے ذریعے؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم اس قابل ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ ہماری جگہ کسی اور قوم کو یہ اعزاز دے گا اور ان کے ذریعے اپنے دین کو سربلند کرے گا اور ان کے ذریعے سے از سرنو امت کو قیادت عطا فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا' اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے"۔

اس کے علاوہ ایک اور اہم بات جس کو اکثر مسلمان سمجھ نہیں پاتے' بلکہ میں لگی لپٹی بغیر یہ کہتا ہوں کہ بعض اسلامی تحریکات کے سرخیل اور بعض پانچ سالہ اور پچاس سالہ منصوبوں کے بانی بھی یہ حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سنت باقی امتوں کے مقابلے میں اس امت کے ساتھ بالکل مختلف ہے جنہوں نے دنیا کے لئے خلوص سے کوشش کی تو وہ انہیں مل گئی اور دنیاوی آسائشیں ان کا نصیب بن گئیں۔ انہوں نے جتنی محنت کی اتنا پھل انہیں مل گیا' جب کہ امت مسلمہ اس وقت تک نہ قوت حاصل کرسکتی ہے' نہ قیادت اسے مل سکتی ہے' نہ ہی اس دنیا میں سربلند ہو سکتی ہے جب تک اس کے حکام اور عوام اس اصل راستے پر نہیں چلیں گے جو کہ سلف صالح کا راستہ تھا' قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا راستہ تھا چاہے وہ اس مقصد کے لئے کتنا زور لگالیں اور کتنے ہی مادی اسباب جمع کرلیں۔

اس بات سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ منصوبہ بندی اور پروگرام بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ تو نہایت ضروری ہے کہ ہم آج کل کے دور میں سب سے اچھی چیز حاصل کریں' اور پوری کوشش اور محنت کرکے آج کل کے ترقی یافتہ دور کے ساتھ چلنے کی کوشش کریں شرط صرف یہ ہے کہ کسی چیز میں اللہ کی نافرمانی کا عنصر شامل نہ ہو۔

محترم شرکائے کانفرنس!

آج کل کے دور میں بہت سی کانفرنسوں کے شرکاء' گول میز کانفرنسوں میں اپنے اپنے ملکوں اور عوام کی نمائندگی کرنے والے' اسلام کے نام لیوا' شرک اکبر کی بعض اقسام میں مبتلا ہیں (مثلاً غیر اللہ کی حاکمیت) اور یہی اسلام کی سب سے بڑی مخالفت ہے۔ امت اسلامیہ میں اس قسم کے عجیب و غریب تضادات اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ ہم سب اللہ کی گرفت کی لپیٹ میں ہیں' اور یہی وجہ ہے ہماری ذلت و رسوائی کی کہ ہم تمام قوموں سے بدتر ہو چکے ہیں' اور یہاں تک کہ ہمارے مستقبل کی چابیاں دنیا کی سب سے بدترین مخلوق' بندروں اور سوروں کی اولاد' طاغوت کے چیلوں کے ہاتھ میں آگئی ہیں جب کہ یہ امت بہترین امت تھی جو کہ لوگوں کے لئے نکالی گئی تھی۔

ہماری مشکلات کا اصل حل یہ ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ کی طرف واپس پلٹیں' اہل مدینہ کے امام مالک بن انس رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے اور ان کے الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں' آپ فرماتے ہیں :

"اس امت کے آخری حصے کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک وہ طریقہ نہیں اپنائے گی جس سے اس امت کے اولین حصہ کی اصلاح ہوئی تھی' جو چیز اس وقت اللہ کا دین تھی وہ آج بھی دین ہے اور جو اس وقت دین کا حصہ نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہے"۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو نتائج کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے' اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کر دے جو کہ بات کو سنتے ہیں اور اس میں سے بہترین پر عمل کرتے ہیں۔

وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

بقیہ : خواتین کمیشن رپورٹ

معاشی سرگرمیاں ایسی ہوں جن میں خواتین کا غیر محرم مردوں کے ساتھ اختلاط بالکل نہ ہو اور یا اگر کہیں ضروری ہو تو خواتین کی عصمت و عفت کے تحفظ کا اس میں موثر اور معقول انتظام پایا جاتا ہو اور جن میں خواتین کی عزت نفس اور خودداری مجروح نہ ہوتی ہو اور وہ مردوں کے رحم و کرم کی مرہون منت نہ بنتی ہوں کیونکہ اس سے بہت سے مفاسد رونما ہوتے ہیں۔

خواتین کمیشن رپورٹ پر کمیشن کے واحد عالم دین رکن مولانا محمد طاسین کا اختلافی نوٹ

کمیشن آف انکوائری فار ویمن کی سفارشات کا پچھلے دنوں اخبارات میں خاصا تذکرہ رہا۔ کمیشن میں شامل ارکان کی اکثریت جدید دانشور طبقہ پر مشتمل تھی۔ طبقہ علماء سے صرف ایک رکن مولانا محمد طاسین صاحب کو کمیشن میں شامل کیا گیا تھا۔ کمیشن کی طرف سے پیش کردہ سفارشات کے بارے میں بالعموم یہ تاثر دیا گیا کہ ان پر تمام ارکان متفق ہیں، کمیشن میں شامل کسی رکن کو ان سفارشات سے اختلاف نہیں۔ یہ بات امر واقعہ کے خلاف تھی۔ مولانا طاسین نے کمیشن کی مرتب کردہ تجاویز میں سے بعض سے شدید اختلاف ظاہر کیا تھا جس کی تفصیل زیر نظر مضمون میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ (ادارہ)

کمیشن کی اس رپورٹ میں جو تجاویز مرتب اور پیش کی گئی ہیں ان میں زیادہ تر ایسی ہیں جن سے مجھے پورا اتفاق ہے۔ میں اپنے اسلامی علم و فہم کے مطابق جو قرآن و حدیث پر مبنی ہے نہ کہ کسی خاص فقہ پر، ان تجاویز کو صحیح سمجھتا ہوں البتہ کچھ تجاویز ایسی بھی ہیں جن سے مجھے اتفاق نہیں، اختلاف ہے جس کا اظہار میں نے اپنے بعض نوٹوں میں دلائل کے ساتھ کر دیا ہے جو اس رپورٹ میں شامل ہیں۔

عائلی قوانین

۱) عائلی قوانین کے پیپر میں پیش کردہ جن تجاویز سے مجھے اختلاف ہے ان میں سے ایک یہ کہ موجودہ نکاح نامہ کی شق نمبر ۱۷ میں ترمیم کے متعلق یہ جو لکھا گیا ہے کہ اس میں ایک ایسی شق کا اندراج ہو کہ خاوند جب دوسری شادی کرلے تو پہلی بیوی کو از خود طلاق کا حق منتقل ہو جائے، قرآن و حدیث کی رو سے میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ کسی آیت یا حدیث میں ایسا کوئی اشارہ نہیں کہ دوسری شادی سے پہلی بیوی کو تفویض طلاق کا حق مل جاتا ہے۔ طلاق تفویض کا تعلق صرف عقد نکاح کے وقت سے ہے۔ اگر اس وقت شوہر بیوی کو طلاق تفویض کا اختیار دے دے تو جائز درست، ورنہ کسی دوسری صورت جائز درست نہیں ہے۔

۲) دوسری تجویز جس سے میں متفق نہیں وہ عائلی قوانین ایکٹ ۱۹۶۴ء کی دفعہ نمبر ۵ سے متعلق ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اعادہ حقوق ادائیگی وظیفہ زوجیت کو دفعہ نمبر ۵ کے تحت شیڈول سے حذف کر دیا جائے۔ اس تجویز کو میں شوہر کی حق تلفی کے مترادف سمجھتا ہوں۔ عقد نکاح کے ذریعے شوہر کو بیوی کے متعلق جو حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اور جن کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے ایک حق وظیفہ زوجیت کی ادائیگی کا بھی ہے الا یہ کہ کوئی شرعی مانع موجود ہو۔ مثال کے طور پر اس سے بیوی کو ذہنی یا جسمانی طور پر اذیت پہنچتی ہو۔

۳) تیسری تجویز کا تعلق مسلم فیملی آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ چار میں ترمیم سے ہے جس میں یتیم پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو دادا اور نانا کے ترکہ میں وارث ٹھہرایا گیا ہے۔ اس تجویز میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ یتیم پوتے پوتیوں کی طرح ان کی بیوہ ماں کو بھی وارث قرار دیا جائے۔ اس کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں میری رائے یہ ہے کہ مسلم فیملی آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۴ سرے سے غلط ہے وہ ان اصول و تصورات سے خلاف ہے جو اسلام میں وراثت سے متعلق ہیں۔ اسلام کی رو سے کوئی شخص دوسرے کی زندگی میں اس کے مال کا وارث نہیں ہوتا۔ وراثت کا مسئلہ کسی ایسے شخص کے مرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے جس نے اپنے پیچھے کچھ ترکہ چھوڑا ہو، مرنے والے کی موت کے وقت جو رشتہ دار زندہ موجود ہوتے وہ وارث قرار پاتے جو اس کی زندگی میں مر گئے ان کو وارث نہیں قرار دیا جا سکتا۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ جس رشتہ دار کا تعلق مرنے والے سے براہ راست یا بلاواسطہ ہو وہ وارث ہوتا اور اس کی موجودگی میں وہ رشتہ دار وارث نہیں قرار پاتا جس کا مرنے والے سے بالواسطہ تعلق ہوتا ہے لہٰذا زندہ بیٹے کے ہوتے ہوئے مرے ہوئے بیٹے کی یا زندہ بیٹے کی اولاد دادا کی وارث نہیں قرار پا سکتی۔

مذکورہ دفعہ چار کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس سے بعض صورتوں میں قرآن مجید کی صریح خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ قرآن میں واضح طور پر ذکر ہے کہ مرنے والے کی جب ایک ہی بیٹی ہو تو ترکہ میں اس کا نصف حصہ ہے جبکہ مفروضہ صورت میں جب بیٹے کے مرنے کے بعد اس کی ایک بیٹی یعنی پوتی موجود ہو تو دفعہ چار کی رو سے پوتی کا حصہ بیٹی کے حصہ سے ڈبل ہو جاتا ہے اور اس کو پورے ترکہ سے نصف ملنے کی بجائے بہت کم ملتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی خرابیاں ہیں جو دفعہ نمبر ۴ پر عمل کے ذریعے وجود میں آتی ہیں۔ اس موضوع پر میرے مفصل مضامین موجود ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی

خاندانی منصوبہ بندی کا اسلام میں نفیاً یا اثباتاً کوئی تصور ہے یا نہیں؟ اس بارے میں میری گزارش یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کا مطلب آج کے زمانے میں ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے جواز یا عدم جواز کے متعلق کوئی واضح اور قطعی ہدایت نہیں۔ البتہ بعض نصوص میں مختلف اشارے ضرور ملتے ہیں جن کی وجہ سے یہ مسئلہ، اجتہادی نوعیت کا ہے اور اجتہادی قسم کے مسائل میں مختلف علماء کی طرف سے مختلف آراء پیدا ہونا اور سامنے آنا ایک قدرتی امر ہے، لہٰذا میں قرآن و حدیث کے حوالے سے اس مسئلہ کے بارے میں کوئی حتمی رائے پیش نہیں کر سکتا۔ ایسے پیچیدہ مسائل کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر متعین کرنے کے لئے اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہے۔

تعدد ازدواج سے متعلق نوٹ

تعدد ازدواج یعنی ایک مسلمان مرد کے نکاح میں بیک وقت ایک سے زیادہ چار تک بیویوں کا ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا قرآن مجید میں واضح ذکر ہے، سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ میں مذکور ہے:

"مسلمانو! تمہیں جو خواتین خوش لگیں ان میں سے دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ جب تمہیں وثوق و اطمینان ہو کہ تم ان کے درمیان عدل کر سکو گے اور اگر تمہیں اپنے حالات کے پیش نظر یہ خوف و اندیشہ ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو پھر تمہیں صرف ایک ہی بیوی کے نکاح پر اکتفا کرنا چاہئے"۔

پھر آگے چل کر آیت نمبر ۱۲۹ میں فرمایا:

"خواہ تم کتنی ہی خواہش اور حرص کرو متعدد بیویوں کے درمیان ہرگز عدل نہ کر سکو گے تو پھر کبھی ایسی صورت پیش آ جائے تو اس کا ضرور خیال رکھنا کہ تم ان میں سے صرف ایک کی طرف پوری طرح مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری بیوی لٹک کر رہ جائے، بیوی ہوتے ہوئے بھی بیوی نہ رہے"۔

پہلی آیت سے یہ ظاہر اور ثابت ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج

جائز ہے بشرطیکہ اس کے اندر عدل موجود ہو' اور اگر عدل نہ ہو سکتا ہو تو اس صورت میں صرف ایک بیوی سے نکاح جائز ہو گا۔ پہلی آیت کے اس مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے دوسری آیت کا مطلب و مفہوم یہ بنتا ہے کہ اگر ناقص عدل موجود ہو یعنی سب بیویوں کے ساتھ کچھ کمی بیشی کے ساتھ عدل موجود ہو تو اس صورت میں تعدد جائز ہے البتہ ایک صورت میں ناجائز ہے۔ جب ایک بیوی کی طرف اتنا میلان اور جھکاؤ ہو جائے کہ دوسری بالکل نظر انداز اور اپنے حقوق زوجیت سے محروم ہو کر رہ جائے کیونکہ اس صورت میں عدل کی بجائے ظلم ہوتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ اس تفسیر کے مطابق دونوں آیتوں سے تعدد ازدواج کا جواز نکلتا ہے اور یہ کہ عدل کسی صورت اور کسی درجہ میں بھی موجود نہ ہو تو تعدد ناجائز ہے۔

پھر چونکہ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اکابر صحابہ مثلاً خلفائے راشدین کے نکاح میں متعدد ازواج موجود تھیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ متعدد زوجات کا بیک وقت نکاح میں موجود ہونا سنت رسول اللہ ﷺ بھی ہے اور سنت خلفاء الراشدین بھی جس کے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا' ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ خود رسول اللہ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے خلاف ناجائز عمل کا ارتکاب کرتے؟

نتیجہ یہ کہ قرآن و سنت کی رو سے تعدد کا جواز ثابت ہوتا ہے لہٰذا اس پر ہر صورت میں مکمل قانونی پابندی لگانا قرآن و سنت کی رو سے ہرگز درست نہیں ہو سکتا البتہ موجودہ حالات میں جبکہ متعدد بیویوں کے درمیان عدل کی بجائے ظلم کا عنصر زیادہ ہے تعدد پر کڑی پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں اور اس کی اچھی صورت ہے کہ قاضی و جج کی اجازت ضروری ٹھہرائی جائے۔

خواتین اور معاشی سرگرمیاں

جہاں تک معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا تعلق ہے اسلام خواتین کو اس سے ہرگز نہیں روکتا۔ البتہ اس بارے میں خود خواتین کی خیر و بھلائی کی خاطر کچھ پابندیاں ضرور عائد کرتا ہے مثلاً ایک یہ کہ وہ معاشی سرگرمیاں خواتین کی مخصوص جسمانی بناوٹ و ساخت' ذہنی کیفیت' صلاحیت کار' نازک مزاجی اور نسوانی حیثیت سے مطابقت رکھتی ہوں اور جن کو وہ آسانی کے ساتھ انجام دے سکتی ہوں' دوم یہ کہ وہ معاشی سرگرمیاں ان کی معاشرتی گھریلو ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہ بنتی ہوں جو ان کی اہم ترین اور اصل ذمہ داریاں ہیں اور سوم یہ کہ وہ

(باقی صفحہ ۵ پر)

پریس ریلیز

انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کا قیام علامہ اقبال کی خواہشات کی تکمیل کے مترادف ہے

کراچی (پ ر) ۹ نومبر۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے آئی۔ بی۔ اے آڈیٹوریم میں یوم اقبال کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ علامہ اقبال نے چودھویں صدی ہجری میں وہی کارنامہ سرانجام دیا جو گیارھویں صدی ہجری میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے انجام دیا تھا۔ شیخ احمد سرہندیؒ مغل اعظم اکبر کے پیش کردہ "دین الٰہی" کے خلاف اس لئے سپر آزما ہوئے کہ اس کی وجہ سے نبی اکرمؐ کے تقدس پر ضرب پڑتی تھی' ایمان بالرسالت کی نفی ہوتی تھی اور شریعت اسلامی کا پورا ڈھانچہ مسمار ہوتا تھا۔ اسی طرح پچھلی صدی ہجری میں مہاتما گاندھی اور چند مسلم رہنماؤں نے وطنی قومیت کا نعرہ لگا کر ایک بار پھر "دین الٰہی" کو زندہ کرنے کی کوششیں کی۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے ان کوششوں کا مسکت جواب دیا اور متحدہ وطنی قومیت کی پرزور مخالفت کی۔ علامہ کے نزدیک ان فکری گمراہیوں کی اصل وجہ قرآن حکیم کی حقیقی' انقلابی اور حرکی تعلیمات سے نابلد ہونا اور دین اسلام کا مغلوب ہونا تھا۔ علامہ کی خواہش تھی کہ ایسے ادارے قائم کئے جائیں جہاں جدید تعلیم یافتہ حضرات کو قرآن پڑھایا جا سکے اور ان کو قرآن حکیم کی حقیقی تعلیمات و ہدایات سے بہرہ مند کر کے اس قابل بنایا جا سکے کہ وہ عہد حاضر کے ملحدانہ نظریات کا قرآن حکیم کی روشنی میں ابطال کرتے ہوئے احقاق حق کی ذمہ داری ادا کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ الحمدللہ انجمن خدام القرآن کے تحت مختلف شہروں میں قرآن اکیڈمیز کے قیام سے علامہ مرحوم کی خواہش بڑی حد تک پوری ہو گئی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مرحوم کی حال ہی میں شائع ہونے والی ایک تصنیف کے ذریعہ یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ علامہ اقبال اپنی زندگی کے آخری دور میں اقامت دین کی عملی جدوجہد کے لئے بیعت کی مضبوط اساس پر ایک منظم جماعت بنانا چاہتے تھے۔ اس ضمن میں وہ کافی کام بھی کر چکے تھے لیکن ان کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ بحمداللہ علامہ مرحوم کے اس ارادہ کی تکمیل بھی تنظیم اسلامی کی صورت میں موجود و مشہود ہے۔

☆ ☆ ☆

موجودہ سیاسی بحران حل نہ ہوا تو ملک سنگین خطرات سے دوچار ہو جائے گا

لاہور (پ ر) ۲۰ نومبر۔ تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا ہے کہ موجودہ سیاسی بحران جلد حل نہ ہوا تو نہ صرف جمہوری نظام تباہ ہو گا بلکہ ملک بھی سنگین خطرات سے دوچار ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ مقتدر طبقات کو اپنی ذاتی انا کو قربان کر کے ملک و قوم کی بہتری کی خاطر مملکت کی اعلیٰ ترین دستاویز یعنی آئین میں دیئے گئے اختیارات تک محدود ہو جانا چاہئے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ پارلیمنٹ کو اگرچہ قانون سازی کا حق حاصل ہے مگر حکومت نے توہین عدالت کے زیر سماعت مقدمہ کے ضمن میں آئین میں آناً فاناً ترامیم کر کے دانستہ عدلیہ کو بے بس کرنے کی کوشش کی ہے جس سے محاذ آرائی نقطہ عروج کو پہنچ گئی ہے۔ ڈاکٹر عبدالخالق نے کہا کہ ملک و قوم کے بہترین مفاد کی خاطر نواز شریف عدالت عظمیٰ سے جاری خطرناک محاذ آرائی کو فوراً بند کر کے ملک و قوم پر رحم کریں۔ انہوں نے کہا کہ بھاری مینڈیٹ کی دعویٰ دار حکومت نے عوام کو استحصالی اور ظالمانہ نظام کی گرفت سے چھٹکارا دلانے کی بجائے اپنی جھوٹی انا اور ذاتی اقتدار کے تحفظ کے لئے ملک و قوم کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ تنظیم اسلامی کے نائب امیر نے کہا کہ وزیر اعظم نواز شریف شریعت کو ملک کا سپریم لاء بنانے کے لئے فوری طور پر آئین میں ترامیم کر کے پارلیمنٹ کی بالادستی کی بجائے اللہ اور رسولؐ کی بالادستی قائم کریں۔ دستوری سطح پر قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے قیام کے بعد پارلیمنٹ اور عدلیہ سمیت مملکت کا ہر ادارہ (کسی جنگ و جدل کے بغیر) اپنے اپنے دائرے میں محدود رہ کر ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے میں آزاد ہو گا۔

افغانستان —— جغرافیائی اور تاریخی پس منظر (۲)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے ماخوذ اس مفید معلوماتی مضمون کی پہلی قسط قریباً دو ماہ قبل یکم اکتوبر کے شمارے میں شائع ہوئی تھی —— سرزمین افغانستان یوں تو گزشتہ کم و بیش ۱۸ برسوں سے پورے عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے' اس لئے کہ ۱۹۷۹ء میں روسی افواج کی افغانستان میں براہ راست مداخلت کے نتیجے میں یہاں غلغلہ جہاد اتنے اونچے آہنگ کے ساتھ بلند ہوا تھا کہ اس کی پرہیبت گونج پوری دنیا میں سنی گئی اور جہاں ایک طرف دینی مزاج کے حامل حلقوں کو غلبہ دین حق اور احیاء اسلام کے خواب کی تعبیر قریب قریب نظر آنے لگی وہاں دوسری طرف دنیا بھر میں طاغوتی نظام کے ایوانوں میں زلزلہ سا آگیا —— تاہم سرزمین افغانستان سے ہماری دلچسپی کا ایک بڑا سبب' جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے' یہ ہے کہ متعدد صحیح احادیث میں آخری دور میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے ضمن میں جن بشارتوں کا ذکر ہے ان میں خراسان کے نام سے جس علاقے کا بطور خاص ذکر ملتا ہے اس کا بڑا حصہ سرزمین افغانستان ہی پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں "خراسان" کا اطلاق جن علاقوں پر ہوتا تھا ان میں ایران کے صوبہ خراسان کے علاوہ پورا موجودہ افغانستان بھی شامل تھا اور روس سے حال ہی میں آزادی حاصل کرنے والی وسط ایشیا کی بعض ریاستوں کے علاوہ پاکستان کا وہ شمالی علاقہ بھی جو آج "مالاکنڈ ڈویژن" کے نام سے معروف ہے' خراسان کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ (ادارہ)

(اخذ و ترجمہ : سردار اعوان)

منگولوں کی یلغار

چنگیز خان نے ۱۲۱۹ء میں علاؤ الدین کے زیر تسلط علاقے کے مشرقی حصے پر حملہ کیا۔ علاؤ الدین نے جنگ سے فرار کی راہ اختیار کرتے ہوئے بھاگ کر بحرہ کیسپین کے ایک چھوٹے سے جزیرے میں پناہ لی' جہاں ۱۲۲۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ علاؤ الدین کی وفات کے بعد جلد ہی اس کے جواں مرد بیٹے جلال الدین نے کابل کے قریب پروان (حالیہ جبل السراج) کے مقام پر افغان جنگجوؤں کو جمع کیا اور منگولوں کو عبرتناک شکست دی۔ چنگیز خان جو اس وقت ہرات میں تھا' فوراً بدلہ لینے کے لئے آپہنچا اور بامیان کا محاصرہ کر لیا۔ اس حملے میں چنگیز کا پوتا ہلاک ہو گیا۔ چنگیز اس واقعہ سے اس قدر غضبناک ہوا کہ جونہی شہر فتح ہوا' اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص یہاں سے زندہ بچ کر نہ جائے۔ چنانچہ بامیان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس سے آگے غزنہ کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے چنگیز خان نے جلال الدین کو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور اس نے سندھ کا رخ کیا (۱۲۲۱ء) جہاں آخری معرکہ پیش آیا مگر ناکام رہا۔

بعد کے ازمنہ وسطیٰ کے حکمران خاندان

۱۲۲۷ء میں چنگیز خان کا انتقال ہوا تو اس کی قائم کردہ سلطنت ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ افغانستان میں کچھ مقامی سردار اپنے آزاد علاقے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۱۴ویں صدی عیسوی کے آخر تک یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن اس کے بعد تیمور (تمرلنگ) نے ملک کے بہت بڑے حصے کو فتح کر لیا۔ تیموری علم و فن کے بڑے قدر دان تھے' انہوں نے ہرات میں اپنے صدر مقام میں کئی عمدہ عمارتیں تعمیر کرائیں۔ افغانستان میں ان کے دور حکومت (۱۴۰۴ء تا ۱۵۰۷ء) میں امن اور خوشحالی کا دور دورہ رہا۔

۱۶ویں صدی عیسوی کے شروع میں وسط ایشیاء میں محمد شیبانی کی زیر قیادت ازبک ترکوں نے اقتدار حاصل کر لیا اور ۱۵۰۷ء میں ہرات پر قابض ہو گئے۔ دسمبر ۱۵۱۰ء میں شاہ اسماعیل صفوی نے مرو میں شیبانی کو گھیرے میں لے کر قتل کر ڈالا۔ چنگیز خان اور تیمور کے بعد ۱۵۰۴ء میں کابل پر بابر نے حکومت قائم کر لی تھی' ۱۵۲۲ء میں اس نے قندھار پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور ۱۵۲۶ء میں دہلی پر حملہ آور ہوا جہاں ہندوستان کے آخری افغان بادشاہ ابراہیم لودھی کو شکست دے کر مغل سلطنت کی بنیاد ڈالی' جو ۱۹ویں صدی عیسوی کے وسط تک قائم رہی۔ دارالخلافہ آگرہ کے تحت مغل سلطنت میں ہندوکش کے جنوب میں مشرقی افغانستان کا علاقہ شامل تھا۔ انتقال کے ۹ برس بعد ۱۵۳۰ء میں بابر کی میت کو کابل میں لا کر دفن کیا گیا۔ اگلی دو صدیاں افغانستان ہندوستان کے مغلوں اور فارس کے صفویوں کے درمیان بٹا رہا۔ شمال میں کابل سے ہندوکش کے جنوبی ڈھلوان علاقے مغلوں' ہرات اور فراح صفویوں کے زیر تسلط رہے جبکہ قندھار کئی سالوں تک جھگڑے میں پڑا رہا۔

آخری افغان بادشاہت

وقتاً فوقتاً آزادی کے حصول کی کوششیں جاری رہیں۔ ۱۷۰۹ء میں ہوتکی غزائی قبیلے کے ایک سردار میر ویس خان نے قندھار کے ایرانی گورنر' گورجن خان کے خلاف کامیاب بغاوت کی۔

ہوتکی خاندان

میرویس خان ۱۷۱۵ء میں اپنی وفات تک قندھار کا گورنر رہا۔ ۱۷۱۶ء میں ہرات کے ابدالیوں نے بھی اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اہل فارس کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے اور اپنے سردار اسد اللہ خان کی سرکردگی میں اپنا صوبہ آزاد کرا لیا۔ ویس خان کے چھوٹے بیٹے اور جانشین' محمود نے قندھار پر قناعت کرنے کی بجائے ۲۰ ہزار کا ایک لشکر جمع کیا اور اصفہان پر حملہ کر دیا۔ صفویوں نے ۶ ماہ کے محاصرے کے بعد بالآخر ہتھیار ڈال دیئے۔ ۱۷۲۵ء میں محمود کی وفات کے بعد اشرف حکمران بنا جسے شمال سے روسیوں اور مغرب سے عثمانی ترکوں کی پیش قدمی کا مقابلہ کرنا پڑا۔ شاہ اشرف نے روسیوں اور ترکوں دونوں کے حملے روک دیئے لیکن ڈاکوؤں کے ایک سردار نادر قولی بیگ نے اکتوبر ۱۷۲۹ء میں دفعان کے مقام پر افغانوں کو شکست دے کر فارس سے باہر نکال دیا۔ اس لڑائی میں اشرف کو قتل کر دیا گیا' قتل کا حکم غالباً اس کے چچا زاد بھائی نے دیا تھا' جو اس وقت قندھار پر قابض تھا۔

نادر شاہ

نادر قولی بیگ نے ۱۷۳۲ء میں سخت محاصرے کے بعد ہرات پر قبضہ کر لیا۔ اہل ہرات کی دلیری سے متاثر ہو کر نادر نے بہت سے ہراتی اپنی فوج میں بھرتی کر لئے۔ اسے ۱۷۳۶ء میں نادر شاہ کے نام سے فارس کا شاہ منتخب کر لیا گیا۔

ایک سال کے محاصرے کے بعد ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ کی ۸۰ ہزار کی فوج کے ہاتھوں قندھار فتح ہو گیا۔ اس کے بعد نادر شاہ نے غزنہ اور کابل فتح کئے اور ۱۷۳۹ء میں مغل پایہ تخت دہلی پر قبضہ کر لیا۔ مال غنیمت میں کوہ نور ہیرا اور تخت طاؤس ہاتھ آیا۔ ۱۷۴۷ء میں اسے خبوشان میں قتل

کر دیا گیا اور اس کے ہاتھوں قائم ہونے والی آخری عظیم افغان سلطنت ختم ہو گئی۔

درانی خاندان

شاہ کے ۴ ہزار جوانوں پر مشتمل افغان باڈی گارڈ دستے کا کمانڈر احمد خان ابدالی واپس قندھار آیا، جہاں ایک قبائلی جرگے نے اسے شاہ (حکمران) منتخب کر لیا۔ اس نے "در دران" لقب اختیار کیا۔ قبائلی سرداروں کی مدد سے احمد شاہ درانی نے افغان سرحد یں ایک طرف مشہد، کشمیر اور دہلی تک اور دوسری طرف دریائے آمو سے بحیرۂ عرب تک پھیلا دیں۔ ۱۸ویں صدی کے نصف ثانی میں درانی دوسرا عظیم مسلمان حکمران تھا، جس کی سلطنت عثمانیوں کے بعد رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑی سلطنت تھی۔

احمد شاہ کا ۱۷۷۲ء میں انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ تخت نشین ہوا مگر اسے قبائلی سرداروں کی طرف سے کوئی خاص پذیرائی نہ ملی۔ چنانچہ اس کا بیشتر دور حکومت ان سرداروں کی طرف سے ہونے والی بغاوتوں کی نذر ہو گیا۔ اس کی وجہ سے ۱۷۷۶ء میں تیمور نے اپنا دارالحکومت قندھار سے کابل منتقل کر لیا۔

زمان شاہ (۱۷۹۳ء۔ ۱۸۰۰ء)

۱۷۹۳ء میں تیمور کی وفات پر اس کے پانچویں بیٹے زمان نے بارک زئی قبیلے کے سردار پائندہ خان کی مدد سے تخت پر قبضہ کر لیا اس کے بعد زمان نے احمد شاہ کے کارناموں کو دہرانے کے لئے ہندوستان کی طرف توجہ کی۔ برطانیہ نے اس کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے فارس کے فتح علی شاہ کو زمان شاہ پر دباؤ ڈالنے کی ترغیب دی تاکہ ہندوستان سے اس کی توجہ ہٹ جائے۔ شاہ نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے محمود کو، جو اس کا بھائی اور ہرات کا گورنر تھا، افرادی اور مالی مدد دے کر قندھار پر حملے کے لئے اکسایا۔ محمود نے اپنے وزیر پائندہ خان کے سب سے بڑے بیٹے فتح خان بارک زئی اور فتح علی شاہ کی مدد سے قندھار فتح کرنے کے بعد کابل کا رخ کیا۔ زمان جو اس وقت ہندوستان میں تھا فوراً واپس افغانستان پلٹا، جہاں اسے گرفتار کر کے محمود کے حوالے کر دیا اور اس کی آنکھیں نکال کر اسے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ ۱۷۹۸ء میں زمان شاہ کی جانب سے ایک سکھ، رنجیت سنگھ کو لاہور کا گورنر مقرر کرنے کے بعد سے درانی خاندان کی حکومت کا زوال شروع ہو گیا۔

شاہ محمود (۱۸۰۰ء تا ۱۸۰۳ء اور ۱۸۰۹ء تا ۱۸۱۸ء)

شاہ محمود نے کاروبار حکومت فتح خان کے حوالے کیا۔ ان سرداروں نے جو شاہ یا اس کے وزیروں سے نالاں تھے، مل کر شاہ زمان کے بھائی شاہ شجاع کو کابل آنے کی دعوت دی، سازش کامیاب ہوئی، شاہ شجاع کا کابل پر قبضہ ہو گیا اور محمود کو امن کی درخواست کرنا پڑی۔

شاہ شجاع (۱۸۰۳ء تا ۱۸۰۹ء اور ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء)

نیا حکمران شاہ شجاع ۱۸۰۳ء میں تخت نشین ہوا۔

ہرات کی عالی شان جامع مسجد کا بیرونی منظر

قبائلی سردار طاقتور اور خود سر ہو چکے تھے اور دور دراز کے صوبے اپنی خود مختاری کا مظاہرہ کرنے لگے تھے۔ مشرق کی طرف سے پنجاب کے سکھ افغان سرحدوں میں مداخلت کر رہے تھے جب کہ مغرب سے اہل فارس خطرہ بنے ہوئے تھے۔ نپولین نے جس کا اس وقت یورپ میں طوطی بول رہا تھا روس کے الیگزنڈر اول کو ہندوستان پر ایک مشترکہ حملے کی تجویز دی۔ ماؤنٹ سٹیوارٹ الفنسٹن کی سرکردگی میں برطانیہ کا ایک وفد اس خطرے کے خلاف (جس کی کبھی نوبت ہی نہ آئی) بات چیت کے لئے شاہ شجاع سے پشاور میں ملا، جس کے نتیجے میں ۷ جون ۱۸۰۹ء کو دوستی کا ایک معاہدہ عمل میں آیا۔ اس میں شاہ کی طرف سے یہ یقین دہانی کی گئی کہ وہ اپنی سرزمین کو بیرونی حملہ آوروں کی گزر گاہ بننے نہیں دے گا۔ برطانوی وفد کے پشاور سے روانہ ہوتے ہی خبر ملی کہ کابل پر محمود اور فتح خان کی فوجوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ شاہ شجاع کے فوجی دستے تتر بتر ہو گئے اور اسے ۱۸۱۵ء میں افغانستان سے نکل کر لدھیانہ میں انگریزوں کی

پناہ لینا پڑی۔

بارک زئی دور

بارک زئی اب سیاہ و سفید کے مالک بن گئے تھے جس سے محمود کا بڑا بیٹا کامران حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ اس نے فتح خان کو گرفتار کر کے اندھا کر دیا۔ بعد میں شاہ محمود نے فتح خان کے ٹکڑے کرا دیئے۔

دوست محمد (۲۶ء تا ۱۸۳۹ء اور ۴۳ء تا ۱۸۶۳ء)

فتح خان کے چھوٹے بھائی دوست محمد نے ۱۸۱۸ء میں کشمیر کی جانب سے چڑھائی کر کے پشاور اور کابل فتح کر لیا اور ہرات کے سوا باقی تمام علاقوں سے شاہ محمود اور کامران کو نکال باہر کیا۔ بلخ پر بخارا کا حکمران قابض تھا۔ سندھ کے پار افغان اضلاع پر سکھوں کا قبضہ تھا' سندھ اور بلوچستان کے صوبے خود مختار ہو چکے تھے اور غزنہ' کابل اور جلال آباد پر دوست محمد نے قبضہ کر لیا۔

دوست محمد نے بارک زئی (یا محمد زئی) خاندان کی حکومت قائم کی۔ ۱۸۲۶ء میں کابل میں امیر کا لقب اختیار کیا اور اپنی حیثیت مستحکم کرنے کے بعد پشاور کو سکھوں سے واپس لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ۱۸۳۶ء میں جہاد کا اعلان کرتے ہوئے پشاور پر چڑھائی کر دی تاہم سکھ حکمران رنجیت سنگھ دوست محمد کی فوج میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گیا جس کے نتیجے میں حملہ آور فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور پشاور ہمیشہ کے لئے افغانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

نومبر ۱۸۳۷ء میں فارس کے محمد شاہ نے ہرات (جس کے ہندوستان کے حوالے سے برطانیہ کے نزدیک بہت بڑی اہمیت تھی) کا محاصرہ کر لیا۔ روسیوں نے فارس کا ساتھ دیا۔ انگریزوں نے اس ڈر سے کہ فارس مکمل طور پر روسی حلقہ اثر میں نہ چلا جائے' ہرات' کابل اور قندھار کے حکمرانوں کے ساتھ دوستی کے معاہدے کر لئے۔

۱۸۳۷ء میں کیپٹن (بعد ازاں سر) الیگزنڈر برنس کی سربراہی میں کابل آنے والے برطانوی وفد کا دوست محمد نے یہ سوچ کر پرجوش خیر مقدم کیا کہ انگریز اسے پشاور واپس لینے میں مدد فراہم کریں گے لیکن برنس یہ یقین دہانی کرانے میں ناکام رہا اور جب ایک روسی نمائندہ کابل پہنچا تو برطانوی واپس ہندوستان روانہ ہو گئے۔

برنس مشن کے ناکام لوٹنے پر ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ آک لینڈ نے افغانستان کے تخت پر شاہ شجاع کو بٹھانے کے لئے افغانستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اپریل ۱۸۳۹ء میں شدید مشقت جھیلنے کے بعد برطانوی افواج قندھار میں داخل ہو گئیں اور شاہ شجاع کے سر پر افغانستان کا تاج رکھا گیا۔ اسی سال جولائی میں غزنہ فتح ہوا اور اگست میں شاہ شجاع کابل کے تخت پر جا بیٹھا۔ دوست محمد جان بچا کر پہلے بلخ اور پھر بخارا پہنچا جہاں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن افغان بیرونی حملہ آوروں اور ان کے مقرر کردہ بادشاہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا للذا انہوں نے بغاوت کر دی۔ دوست محمد جیل سے فرار ہو کر برطانیہ کے خلاف اپنے حمایتی دستوں کی کمان سنبھالنے کے لئے واپس افغانستان پہنچا۔ ۲/ نومبر ۱۸۴۰ء کو پروان کے مقام پر ایک لڑائی میں دوست محمد کو سبقت حاصل ہو گئی لیکن اگلے روز کابل میں اس نے انگریزوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے جس پر اسے خاندان سمیت ہندوستان بھیج دیا گیا۔

افغانستان کا ایک روایتی بازار۔ افغان معاشرت کی سب سے نمایاں چیز "افغانی پگ" اس تصویر میں بھی خوب نمایاں ہے

پورے ملک میں ہنگامے جاری تھے جن کے باعث انگریزوں کو بالآخر جھکنا پڑا۔ دوست محمد کے بیٹے اکبر خان کے ساتھ فوجیں واپس بلانے کی شرائط پر بات چیت ہو رہی تھی لیکن برطانیہ کا سیاسی نمائندہ سر ولیم جے میکناٹن افغانوں کے ساتھ ایک جھگڑے میں قتل ہو گیا۔ ۶/ جنوری ۱۸۴۲ء کو ۴۵۰۰ افراد پر مشتمل برطانوی اور ہندوستانی فوجی دستے ۱۲۰۰۰ حمایتیوں کے ساتھ کابل سے روانہ ہوئے۔ افغان گروہ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کی پسپائی ان کے قتل عام پر جا کر ختم ہوئی۔ انگریزوں کے کابل سے نکلنے کے بعد شاہ شجاع کو بھی قتل کر دیا گیا۔

اگرچہ اسی موسم گرما میں انگریز دوبارہ کابل میں داخل ہو گئے لیکن نئے گورنر جنرل لارڈ ایلن برو نے افغانستان چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۸۴۳ء میں دوست محمد واپس افغانستان آیا اور اگلے ۲۰ سالوں میں افغانستان کو یکجا کیا۔ ۱۸۵۵ء میں قندھار' ۱۸۵۹ء میں بلخ اور شمالی خانواڑے اور آخر میں جون ۱۸۶۳ء میں اپنی موت سے ایک ماہ سے کم عرصہ قبل، ہرات فتح کر لیا۔

شیر علی (۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۶ء اور ۱۸۶۸ء تا ۱۸۷۹ء)

دوست محمد کے بعد اس کا تیسرا بیٹا شیر علی امیر بنا مگر اس کے دونوں بڑے بھائیوں نے مئی ۱۸۶۶ء میں اس سے تخت چھین لیا۔ شیر علی نے ستمبر ۱۸۶۸ء میں دوبارہ تخت حاصل کر لیا۔ شیر علی کی طرف سے کابل میں روسی وفد کے اعزاز اور برطانوی وفد سے اس کی شرائط پر ملنے سے انکار پر ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۰ء تک برطانیہ سے جنگ ہوئی۔ شیر علی اپنے بیٹے یعقوب خان کو کابل میں اپنے نائب کے طور پر چھوڑ کر روسیوں سے مدد طلب کرنے گیا مگر انہوں نے اسے مشورہ دیا کہ انگریزوں کے ساتھ صلح کر لے۔ شیر علی ۲۱/ فروری ۱۸۷۹ء کو مزار شریف میں وفات پا گیا۔

یعقوب خان (۱۸۷۹ء)

گندامک معاہدہ (۲۶ مئی ۱۸۷۹ء) کے تحت یعقوب خان کو امیر تسلیم کر لیا گیا۔ اس نے کابل میں ایک مستقل برطانوی سفارت خانے کا قیام اور دیگر ممالک کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں برطانوی حکومت کے "مشورے اور خواہش" پر عمل کرنے کی شرط منظور کر لی۔ تاہم برطانیہ کی یہ کامیابی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ ۳/ ستمبر ۱۸۷۹ء کو کابل میں مقیم برطانوی ایلچی اور ان کے محافظ کو قتل کر دیا گیا چنانچہ دوبارہ برطانوی فوجیں روانہ کی گئیں اور اکتوبر کے اختتام سے قبل انہوں نے کابل پر قبضہ کر لیا۔ یعقوب نے تخت سے دستبردار ہونا قبول کر لیا اور اسے ہندوستان میں جلاوطنی کی زندگی گزارنے کی اجازت دے

دی گئی' جہاں ۱۹۲۳ء میں اس کا انتقال ہوا۔

عبدالرحمٰن خان (۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۱ء)

برطانیہ نے بالآخر اپریل ۱۸۸۱ء میں قندھار سے اپنی فوجیں واپس بلالیں۔ ۱۸۸۰ء میں شیر علی کا ایک چچا زاد بھائی عبدالرحمٰن وسط ایشیاء میں جلاوطنی ختم کرکے واپس آیا اور کابل کا امیر ہونے کا اعلان کر دیا۔ عبدالرحمٰن کے دور حکومت میں برطانیہ اور روس نے موجودہ افغانستان کی سرحدیں مقرر کیں۔ ۱۸۹۳ء کی ڈیورنڈ لائن کی تقسیم کا مقصد برطانوی ہند اور افغانستان کی بادشاہت کے درمیان امن وامان برقرار رکھنے کے لئے الگ الگ خطے معین کرنا تھا لیکن اس کی حیثیت ایک باضابطہ بین الاقوامی سرحد کی ہرگز نہ تھی۔ اس طرح گویا افغانستان اگرچہ کبھی یورپی سامراج کے قبضے میں تو نہ آسکا لیکن زار روس اور برطانوی ہند کے درمیان ایک بفر سٹیٹ کے طور پر موجود رہا۔

عبدالرحمٰن نے ملک کے اندر اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے کے لئے مختلف نسلی و لسانی گروہوں کے خلاف چھوٹی موٹی ۲۰ جنگیں لڑیں تاکہ عملاً ان پر کنٹرول نہ بھی ہو تب بھی انہیں یہ معلوم رہے کہ کابل میں ایک مضبوط حکومت موجود ہے۔ عبدالرحمٰن کی کامیابی کا مظہر یہ تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کا نامزد کردہ جانشین بڑا بیٹا حبیب اللہ خان بغیر کسی لڑائی کے' جو یہاں کا معمول تھا' تخت حکومت پر بیٹھا۔ عبدالرحمٰن کو جدید افغانستان کا بانی کہا جا سکتا ہے۔

حبیب اللہ خان (۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۹ء)

عبدالرحمٰن نے ملک میں جدید یورپی ٹیکنالوجی متعارف کرانے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا حبیب اللہ نے اسے مزید آگے بڑھایا۔ مغربی تصورات اور رہن سہن افغان شاہی خاندان اور اونچے طبقے کے لوگوں میں سرایت کرنے لگے۔ ایک افغان قوم پرست' محمود بیگ ترخی نے سراج الاخبار کے نام سے (۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۸ء) ایک پرچہ جاری کیا' جس کی سیاسی شہرت افغانستان سے باہر تک جا پہنچی۔

حبیب اللہ نے ۱۹۰۷ء میں ہندوستان کے وائسرائے گلبرٹ ایلیٹ کے مہمان کی حیثیت سے ہندوستان کا دورہ کیا اور برطانیہ کی طاقت سے اس قدر متاثر ہوا کہ ترخی' امان اللہ (حبیب اللہ کا تیسرا بیٹا جس کی شادی ترخی کی بیٹی ثریا سے ہوئی تھی) اور دیگر کئی حضرات کی طرف سے دباؤ کے باوجود جنگ عظیم اول میں مرکزی طاقتوں (جرمنی' آسٹریا' ہنگری' سلطنت عثمانیہ اور بلغاریہ) کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ جنگ کے خاتمے کے ساتھ حبیب اللہ کی زندگی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اسے ۲۰/ فروری ۱۹۱۹ء کو برطانیہ مخالف تحریک کے حامیوں نے قتل کر دیا۔

امان اللہ (۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۹ء)

امان اللہ نے مئی ۱۹۱۹ء میں تیسری افغان انگریز جنگ چھیڑ دی۔ ایک ماہ کی جنگ کے نتیجے میں افغانستان کو اپنے خارجی معاملات خود طے کرنے کا حق مل گیا۔ ۸/ اگست ۱۹۱۹ء کو راولپنڈی معاہدہ پر دستخط ہوئے' ۱۹۲۱ء میں اس میں ترمیم ہو گئی۔ برطانیہ کے ساتھ آخری دستاویزات پر دستخط کرنے سے قبل افغانستان نے روس میں نئی قائم ہونے والی بالشویک حکومت کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا۔ اس طرح افغانستان سوویت حکومت کو تسلیم کرنے والا پہلا ملک تھا' جس کی بدولت دونوں ممالک کے درمیان قائم ہونے والے "خصوصی تعلقات" دسمبر ۱۹۷۹ء تک برقرار رہے۔

امان اللہ نے ۱۹۲۳ء میں امیر کی بجائے اپنا لقب بادشاہ اختیار کیا اور دس سالہ زبردست اصلاحات کا آغاز کیا جن میں دستوری اور انتظامی تبدیلیاں' عورتوں کے لئے پردہ نہ کرنے کا حکم اور سکولوں میں مخلوط تعلیم جیسی تبدیلیاں شامل تھیں جن کے باعث کٹر مذہبی اور قبائلی لیڈر اس کے خلاف ہو گئے۔

۱۹۲۸ء میں ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور بچہ سقہ نام کا ایک تاجک عوامی ہیرو کابل پر قابض ہو گیا۔ امان اللہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۹ء کو اپنے بڑے بھائی عنایت اللہ کے حق میں تخت سے دستبردار ہو گیا لیکن بچہ سقہ نے حبیب اللہ غازی (یا حبیب اللہ دوم) کے لقب سے امیر افغانستان ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ امان اللہ تخت واپس لینے میں ناکامی کے بعد جلاوطن ہو کر اٹلی چلا گیا۔ ۱۹۶۰ء میں اس کا زیورچ میں انتقال ہو گیا۔

کیا موٹروے خوشحالی لائے گی؟

وزیراعظم نواز شریف نے 26 نومبر کو لاہور' اسلام آباد موٹروے کا افتتاح کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ موٹروے کا منصوبہ ملک کی ترقی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہو گا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملکی پیداوار کے اضافے میں سڑکیں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ معاشی ترقی کے لئے سڑکیں اگر انجن نہیں تو پہیوں کا کام ضرور دیتی ہیں جبکہ پاکستان میں اب تک سڑکوں کی تعمیر پر نہ ہونے کے برابر کام ہوا ہے۔ پاکستان کل 795095 مربع کلومیٹر رقبے پر مشتمل ہے' اس میں سڑکوں کی کل لمبائی 110,000 کلومیٹر ہے جن میں پختہ سڑکوں کی لمبائی 60,000 کلومیٹر سے بھی کم ہے۔ ملک کی معاشی ترقی میں یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا سڑکوں کی تعمیر کی مخالفت کا صاف مطلب ترقی اور خوشحالی کی مخالفت ہو گا' البتہ اس بارے میں مختلف آراء ہو سکتی ہیں کہ پہلے کون سا کام ہونا چاہئے تھا اور بعد میں کونسا؟

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سب سے پہلے کراچی سے آغاز ہونا چاہئے تھا تاکہ باقی شہروں کا بندرگاہ کے ساتھ زمینی رابطہ آسان ہوتا' جس پر ملک کی 50 فیصد معیشت کا انحصار ہے۔ اس کی بجائے لاہور' اسلام آباد موٹروے کو اہمیت دی گئی جس کی معاشی سے زیادہ سیاسی اہمیت ہے۔ ہمارا یہ طرز عمل غیر حقیقت پسندانہ ہے۔

کسی بھی ملک میں معاشی ترقی کے لئے سماجی اور مادی دونوں لحاظ سے اگر ایک ساتھ ترقی نہیں ہوتی تو معاشی ترقی کے مطلوبہ تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔ سماجی ترقی میں خواندگی اور طبی سہولیات وغیرہ شامل ہیں جبکہ مادی ترقی میں سڑکیں' ٹیلی مواصلات' بجلی' پانی' بندرگاہیں اور ہوائی اڈے وغیرہ آتے ہیں۔ پاکستان ان دونوں شعبوں میں ناگفتہ بہ حد تک پسماندگی کا شکار ہے اور اس ضمن میں بھی بعض ماہرین کے نزدیک سماجی ترقی کو اولیت حاصل ہونی چاہئے جبکہ ہم موٹروے سے آغاز کر رہے ہیں۔

ایک اور پہلو سے بھی موٹروے کا تذکرہ ہو جائے تو بے جا نہ ہو گا بلکہ پاکستان کے حوالے سے اس کی اہمیت سرفہرست ہے اور وہ ہے بدانتظامی اور کرپشن کا مسئلہ۔ ایک اخبار میں اس موقع پر یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ لوگوں کو یہ بھی بتایا جائے کہ اس منصوبے کی لاگت 18 ارب سے 44 اور اب ساٹھ ارب سے متجاوز ہو چکی ہے؟ اگر خدانخواستہ معاملہ یہ ہوا ہے کہ درمیان سے پیسہ غائب ہو چکا ہے تو پھر کوئی احمق ہی ہو گا جو اس بات پر یقین کرے گا کہ موٹروے ملک کی ترقی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ثابت ہو گی۔

(تحریر: سردار اعوان)

بڑے دھوکہ باز شیطان لعین کی بادشاہی

تحریر: نجیب صدیقی' کراچی

یہ کرۂ ارض جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا' اس کو بنایا' سنوارا' اس میں میٹھے پانی کے چشمے جاری کئے' اسے باغات سے سرسبز کیا' ہر قسم کے میوہ جات پیدا کئے تاکہ انسان اسے اپنے مصرف میں لائے اور خالق کا شکر ادا کرے۔ اس کرہ ارض پر جانوروں کی بے شمار قسمیں پھیلا دیں جن میں بعض کا دودھ انسانی زندگی کے لئے نہایت مفید ہے۔ اور بعض چرند و پرند کا گوشت بھی انسانوں کے لئے حلال کیا گیا تاکہ وہ اپنی بھوک مٹا سکے اور اس کے عوض میں وہ بندگی کا راستہ اختیار کرے۔ پھر اس نے آسمان سے میٹھا پانی برسایا جس سے زمین لہلہا اٹھی' اس سرسبز و شاداب زمین پر نہریں جاری کیں۔ اس کرۂ ارض پر انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے سب سے اعلیٰ و ارفع تقدیم پر پیدا کیا گیا۔ اسے شعور حیات کے ساتھ عقل و فہم کی ایک مقدار عطا کی گئی تاکہ وہ اس سے کام لے اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر اپنے رب کو پہچانے اور اس کی شکر گزاری اور بندگی میں لگ جائے۔

نوع انسانی کو مزید ایک چیز عطا کی گئی جسے "روح" کہتے ہیں۔ حیات کے ساتھ یہ روح صرف اور صرف انسانوں کو عطا کی گئی جو اس کو اشرف بناتی ہے اور اس روح کی وجہ سے وہ مسجود ملائک ٹھہرا۔ اس مشت خاک پر اتنا کرم مزید کیا گیا کہ اس کے لئے آسمانی ہدایت پہنچانے کا انتظام کیا گیا۔ اسے جو شعور اور عقل عطا کیا گیا تھا وہ اس قدر کافی تھا کہ وہ اگر اس کائنات میں غور کرتا تو وہ اپنے رب کو پہچان سکتا تھا لیکن اس پر حجت تمام کرنے کے لئے آسمانی ہدایت کا بندوبست کیا گیا۔ انبیاء کرام مسلسل آتے رہے اور اپنے ساتھ کتاب ہدایت لاتے رہے وہ پیغام ربانی کے پیغمبر ہیں یہ پیغام تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے تھا۔ فطرت و عقل سے قریب تر تھا اس کے اپنے دل کی آواز تھی۔ اس پیغام سے اس روح کی پیاس بجھتی تھی جسے خصوصی طور پر اسے عطا کیا گیا تھا۔ اس روح کا تقاضا بھی یہ تھا کہ وہ اس اعلیٰ و ارفع ہدایت کو اپنے اندر جذب کرے اور اس کے ذریعہ اپنی زندگی سنوارے اور اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنے۔

اس کے پیدا کرنے والے نے اسے سب کچھ عطا کرنے کے بعد آزمائش کے لئے شیطان کو بھی ساتھ کردیا۔ شیطان جسے قرآن "الغرور" یعنی دھوکہ باز کہتا ہے اس کی اپنی خواہش یہ تھی کہ ہم نسل انسانی کو راہ راست سے بھٹکا دیں گے۔ تاکہ وہ اپنے رب کا ناشکرا بندہ بن جائے۔ اس پر قدرت کی طرف سے جواب دیا گیا کہ تجھے اختیار تو نہیں ہے کہ کسی بھی انسان کا ہاتھ پکڑ کر برائی پر آمادہ کرے البتہ تجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ تو ان کے دلوں میں وسوسہ پیدا کر سکتا ہے۔ مگر میرے وہ بندے جو اس کائنات میں پھیلے ہوئے عالمگیر نظم کو دیکھ رہے ہیں اور خود عقل و شعور سے بہرہ ور ہیں وہ تیری چالوں میں نہیں آئیں گے' جا اور جاکر میرے بندوں کو آزما۔ تجھے یہ مہلت اس آخری گھڑی تک کے لئے ہے جسے قیامت کہتے ہیں۔

انسان اور شیطان کی معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ اللہ نے انسانوں کو جن ہتھیاروں سے مسلح کیا تھا کہ اگر وہ شعوری طور پر اسے استعمال کرتا تو شیطان کے تمام کید بکھر کر رہ جاتے۔ لیکن افسوس کہ انسانوں کی ایک بڑی تعداد نے اس ہتھیار کو اتار پھینکا اور شیطان کے آلہ کار بن گئے وہ ان کو ہوس کی وادیوں میں لئے لئے پھرا۔ آپس میں نفرت اور منافقت پیدا کی۔ ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کیا۔ اور ان کے درمیان مستقل نفرت پیدا کردی۔

اللہ نے انسانوں کو مختلف قبائل میں اس لئے تقسیم کیا تھا' تاکہ ان کی پہچان ہو سکے۔ اس "الغرور" نے اس پہچان کو عصبیت میں بدل دیا۔ ایک دوسرے پر برتری کے اظہار نے معاشرے میں اونچ نیچ کو جنم دیا۔ اس "الغرور" نے کہیں لسانی عصبیت پیدا کی' کہیں قومی عصبیت پیدا کی اور اس بھولے بھالے انسان کو فرزند زمین کا نعرہ دیا۔ یہ فرزند زمین آج عقیدہ کی صورت اختیار کرچکا ہے۔ اسی پر تصادم ہوتا ہے' حق تلفی ہوتی ہے اور انسان ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوگیا ہے' کرۂ ارضی آج اس کی لپیٹ میں ہے۔ وہ کتاب جو ان تمام فتنوں کو جڑ سے اکھاڑ سکتی تھی اسے پس پشت ڈال دیا گیا۔ وہ سمجھنے سمجھانے کی کتاب یا ہدایت حاصل کرنے کی کتاب نہیں رہی بلکہ محض تلاوت کو کافی سمجھ لیا گیا۔ اکثر قوموں نے تو عصبیت کی وجہ سے اس سے بالکل منہ پھیر لیا ہے۔ مگر اس کے ماننے والے بھی اس سے اسی قدر غافل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کرۂ ارضی پر "الغرور" کی بادشاہی ہے۔ اس نے انسانوں کو توحید سے ہٹا کر شرک پر لگادیا ہے۔ کہیں بت پوجے جارہے ہیں' کہیں لوگ اپنی نسل کے تفاخر میں مبتلا ہیں۔ اس شیطان نے شرک کی مختلف اقسام سے معاشرے کو بھر دیا ہے۔ کہیں لسانی شرک ہے' کہیں زمینی شرک ہے' کہیں علاقائی شرک ہے۔ اس طرح اللہ کی زمین جہاں ہر وقت توحید کا ڈنکا بجنا چاہئے تھا وہاں شرک کا قبضہ ہوگیا ہے۔ شرک نے انسان کے ذہنوں کو مخفی راستوں سے مسخر کرلیا ہے۔

آج عدالتوں میں بھی اس "الغرور" کی حکمرانی ہے۔ انسان کے اپنے بنائے ہوئے قوانین کو اس "الغرور" نے ایسا مستحکم کردیا ہے کہ انسان نے خدائی ہدایت کے قانون سے منہ پھیر لیا ہے۔ تعلیم گاہیں اس کے زیر اثر ہیں۔ وہاں اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت نہیں سکھائی جاتی۔ "الغرور" کی اسکیمیں تمام عالم میں جال کی طرح پھیل گئیں ہیں۔ ان تعلیم گاہوں سے معاشی حیوان جنم لیتے ہیں' خدا سے بغاوت کرنے والے پیدا ہوتے ہیں۔ آج تجارت پر بھی اسی کا قبضہ ہے۔ سود پر لوگوں کو اتنا مطمئن کر دیا ہے کہ ان کا یہ ایمان بن گیا ہے کہ اس کے بغیر کاروبار نہیں ہو سکتا۔ بینکوں کے جال نے اس سودی نظام کو انتہائی مستحکم کردیا ہے۔ "اس الغرور" نے انسانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ عزت پیسہ ہے' دولت ہے۔ شرف اسی سے وابستہ ہے۔ لہٰذا جس طرح دولت سمیٹ سکتے ہو سمیٹ لو۔ خواہ تمہیں دوسروں کے حق پر سے گزرنا ہی کیوں نہ پڑے۔ آج معاشرہ میں ہر طرح کی جعلی چیزیں پھیلی ہوئی ہیں۔ خالص کا تصور ناپید ہوتا جارہا ہے۔ انسانوں کو ان مکروہ دھندوں میں لگا کر وہ خوش ہے کہ اس کا مشن کامیاب ہو رہا ہے۔ اس نے اپنے رب سے کہا تھا کہ میں انسانوں کے آگے سے آؤں گا' ان کے پیچھے سے آؤں گا ان کے داہنی طرف سے آؤں گا' ان کے بائیں جانب سے آؤں گا۔ آج کے انسان کو اس نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ کہیں جمہوریت کے نام پر وہ حکمران ہے۔ کہیں بادشاہت کے نام پر حکمران ہے' الغرض پورے کرۂ ارض پر اس کی حکومت ہے۔

وہ لوگ جو "الغرور" کے ہتھکنڈوں سے واقف ہیں اور انہیں آسمانی ہدایت پر یقین ہے وہ تعداد میں بہت کم ہیں۔ مگر اپنے ایمان کی پختگی کی وجہ سے ہر سطح پر "الغرور" کا مقابلہ کررہے ہیں وہ پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے انسانو! اپنے دشمن کو پہچانو یہ تمہیں بھلائی کے راستے سے ہٹا کر برائی پر ڈالنا چاہتا ہے اور برائی کا راستہ جہنم کی طرف جاتا ہے۔ آؤ! آسمانی ہدایت کے راستے پر آؤ۔ انبیاء کی بنائی ہوئی شاہراہ پر چلو۔ توحید کی شمع جلاؤ' اس کی روشنی میں آگے بڑھو۔ شیطان اس روشنی کو دیکھ کر دور بھاگ جائے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

عظمت کا احساس :
صحیح طرز فکر اپنانے کی ضرورت

تحریر : شیخ جابر

بسوں اور رکشاؤں کے پیچھے عوام کی تفنن طبع کے لئے بے وزن اشعار' نامکمل لیکن معنی خیز فقرے اور مختلف اعداد خاصے پر شکوہ انداز میں لکھے جاتے ہیں۔ یہ لکھنے کا ڈھب بھی نرالا ہے۔ ایک فقرہ دو ٹکڑیوں میں لکھا جاتا ہے' ایک حصہ داہنی جانب دوسرا بائیں جانب' کچھ جگہ چھوڑ کر پھر ایک فقرے کا ایک حصہ داہنی جانب درمیان میں سن یا نمبر پلیٹ وغیرہ' دوسرا حصہ پھر بائیں جانب۔ اگر اسے ایک مکمل فقرے کے طور پر تسلسل سے پڑھیں تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ مثلاً ایک فقرہ کچھ یوں پڑھا جائے گا کہ ہارن دے کر کامران ۱۹۹۶ء کوچ پاس کریں۔ ایسے لکھے گئے فقروں کو پڑھنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ آپ پہلے انتہائی دائیں جانب والے ٹکڑے کو پڑھیں پھر انتہائی بائیں جانب والے' اسی طرح تمام عبارت آپ درست طور پر پڑھ پائیں گے۔ کچھ لوگ اس تمام محنت اور گل کاری پر ایک طائرانہ سی نظر ڈال کر گزر جاتے ہیں اور اسے لائق اعتنا نہیں گردانتے۔ ان فقروں کو پڑھنے کے کئی فائدے ہیں۔ اول تو یہی کہ لکھنے والے کی محنت اکارت نہیں جاتی' دوئم سفر کی کوفت میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔ سوئم آپ پر نئے نئے بے وزن و بے بحر اشعار منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ چہارم' بسا اوقات تذکیر کا بھی کچھ سامان ہو جاتا ہے۔

ایک رکشے کے پیچھے لکھا تھا THE GREAT.... خالی جگہ میں ایک قومیت کا نام تھا۔ اس ایک فقرے نے نہ صرف یہ کہ مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا بلکہ یہی فقرہ کالم لکھنے کا محرک بھی بنا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ فقرہ لکھنے والا ایک 'بڑائی' عظمت اور ایک GREATNESS کے سہارے زندگی گزار رہا ہے۔ غور کریں تو یہ نفسیات ہمیں ہر شخص میں نظر آتی ہے' خواہ وہ پاکستانی رکشہ' ٹیکسی یا بس ڈرائیور ہو یا کوئی امریکی صدر ہو۔ یہ حضرت انسان کی ایک نفسیاتی کمزوری ہے کہ وہ اس وسیع و عریض کائنات میں خود کو تنہا سمجھتے ہوئے کسی نہ کسی سہارے کی تلاش میں رہتا ہے۔ کوئی ایسا سہارا جو بہت بڑا اور بہت عظیم ہو' جس کے سہارے زندگی بتائی جا سکے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انسان مختلف ادوار اور مختلف خطوں میں اپنے لئے بہت سے سہارے تلاش کرتا رہا ہے' بہت سی عظمتوں اور بڑائیوں میں جیتا رہا ہے۔ لیکن تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ انسان نے اپنی ناقص عقل کو استعمال کرتے

ہوئے خود اپنے لئے خود ساختہ جتنی بھی بڑائیوں کا انتخاب کیا وہ سب سراب اور دھوکا ثابت ہوئیں' انسانیت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئیں۔ اب تک کی انسانی تاریخ کے مطالعے سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ انسانیت کے لئے سنہرا دور وہ تھا جب معاشرے کی ایک عظیم اکثریت نے خدا کی بڑائی اور GREATNESS میں زندگی گزاری۔ اس سے زیادہ حسین و خوبصورت دور زمین و آسمان نے آج تک نہیں دیکھا۔ آج ہم پھر اپنی اپنی خود ساختہ بڑائیوں میں جی رہے ہیں۔ دنیا میں جو اتنا فساد نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہی ہے۔ کوئی اپنی انا کی بڑائی میں جی رہا ہے' کوئی بزرگوں کی بزرگی کی بڑائی میں جی رہا ہے' کوئی خاندان' نسل' ذات' برادری' قوم یا قبیلے کی سطوت و عظمت میں زندہ ہے تو کوئی وطن و ملت کی عظمت کے زیر نگیں سانس لے رہا ہے۔ ممکن ہے ان میں سے کچھ بڑائیاں کچھ لوگوں کے لئے وقتی نفع رسانی کا سبب بنتی ہوں لیکن سب کے لئے تا دیر حتیٰ کہ بعد از مرگ بھی نافع بڑائی جس میں کوئی جیئے وہ خدا کی بڑائی اور عظمت ہے۔ کہتے ہیں نہ مانئے تو مر کر دیکھ' واقعہ یہ ہے کہ اگر اس وسیع و عریض کائنات' اس گنجلک اور پریشان حال انسان پر غور و فکر کے بعد بھی اگر کوئی اس نتیجے پر نہ پہنچے تو موت از خود تمام حقائق کو اس پر عیاں کر دے گی۔ اس دن کھرا اور کھوٹا' جھوٹ اور سچ سب ظاہر ہو جائے گا لیکن افسوس کہ اس وقت سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ کیا جا سکے گا۔ آج وقت ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اور سب کی دنیا و آخرت حسین ترین ہو تو ہم دیگر تمام جھوٹی عظمتوں سے نکل آئیں کہ ہمارے لئے صرف ایک خدا کی عظمت و بڑائی کافی ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم سب سے زیادہ خدا کی بڑائی سے ہی بے خبر ہیں' جو سب سے بڑا ہے' جو اس وسیع و عریض حیرت انگیز کائنات کا خالق و مالک ہے' جو ہمارا رب ہے' جو اس وقت ہماری مدد کرتا ہے جب اس کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا' وہ جو اس وقت ہماری دست گیری کرتا ہے جب ہم بے دست و پا ہوتے ہیں' وہ ہم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ کوئی دوسرا اتنی محبت نہیں کرتا' وہ جسے اس وقت بھی ہمارا خیال ہوتا ہے کہ جب سب بے رخی برت رہے ہوں اور وہ ہر دم ہمارا بھلا کرتا ہے۔

کسی قدر حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ ہم اس

کے عزیز بیٹے کا ذکر کر کے تو دیکھئے' وہ اپنے بیٹے کے بارے میں اتنی زیادہ باتیں کرے گا کہ آپ بور ہو جائیں گے اور یہ سوچنے لگیں گے کہ یہ کیا تذکرہ چھیڑ بیٹھے۔ اب آپ اسی شخص کے سامنے خدا کا تذکرہ تو کیجئے آپ دیکھیں گے کہ وہ ایک دو فقرے کہہ کر یوں چپ ہو جائے گا کہ جیسے اس کے پاس خدا کے بارے میں کہنے کے لئے کوئی بات ہے ہی نہیں' گویا وہ خدا سے واقف ہی نہیں ہے۔

بعینہ آپ کسی شخص کو اس کے خاندان کے بڑوں کی یاد دلا دیں۔ آپ ذرا مضراب چھیڑ تو دیں آپ دیکھیں گے کہ خاندان اور اس کے بڑوں کی بڑائی میں وہ الفاظ کے دریا بہاتا چلا جائے گا۔ بڑائی کے واقعات و جزئیات سمیت آپ کے گوش گزار کر دینا چاہے گا۔ وہ اس وقت تک بولتا رہے گا جب تک کہ آپ اٹھ کر نہ چلے جائیں یا موضوع نہ بدل دیں۔ اب اسی شخص کے سامنے خدا کا نام لیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ اسی طرح ٹس بیٹھا رہے گا نہ اس کے چہرے پر اس تذکرے سے کوئی تغیر آئے گا اور نہ ہی اس کے جذبات میں کوئی ابال آئے گا۔ یوں معلوم ہو گا کہ گویا اس کے پاس خدا کے بارے میں بولنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

ہمارا حال کتنا دگرگوں ہے کہ خدا کی مخلوق اور واقعات کے بارے میں بولنے کے لئے ہمارے پاس اتنا کچھ ہے کہ الامان۔ مخلوق کے خالق اور واقعات کے محرک حقیقی کے بارے میں بولنے کے لئے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ ہم جھوٹی اور فنا ہو جانے والی عظمتوں کو محسوس تو کرتے ہیں لیکن افسوس کہ خدا کی عظمت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ آج زمین پر جو فساد اور نابرابری نظر آ رہی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر سب خدا کی عظمت اور بڑائی میں جینے والے ہو جائیں تو کوئی فساد نہ ہو گا' کوئی ظلم نہ ہو گا۔

ابو مسعود انصاری مدینے کے ایک مسلمان تھے۔ ایک دن کسی بات پر وہ اپنے غلام سے ناراض ہو گئے اور ڈنڈے سے اس کی پٹائی کرنے لگے۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا' آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابو مسعود! جان لو کہ خدا تمہارے اوپر اس سے زیادہ قابو رکھتا ہے جتنا تم اس غلام پر قابو رکھتے ہو۔ یہ سنتے ہی ابو مسعود کے ہاتھ سے ڈنڈا چھوٹ کر گر گیا' اور انہوں نے کہا کہ آج سے یہ غلام آزاد ہے۔

ابتداء معاملہ ایک مالک اور ایک غلام کا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دہانی کے بعد حضرت ابو مسعود کو نظر آیا کہ حقیقتاً سارا معاملہ خدا کا معاملہ ہے۔ اب انہیں اپنا وجود بھی وہیں پڑا نظر آیا جہاں وہ اپنے غلام کو بٹھائے ہوئے تھے۔ دونوں یکساں طور پر خدا کے آگے عاجز نظر آئے' بس ان کے ہاتھ سے اٹھا ہوا ڈنڈا گر گیا۔

اس دنیا میں کچھ لوگوں کے پاس زیادہ مواقع ہیں کچھ

باقی صفحہ ۱۵ پر)

کاروان خلافت منزل بہ منزل

امیر محترم کے دورۂ کراچی کی مختصر روداد

امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ ' ۸ نومبر ۹۷ء کو کراچی تشریف لائے۔ انہوں نے ۹ نومبر کو صبح دس بجے یوم اقبال کے موقع پر آئی بی اے ہال گارڈن روڈ میں "علامہ اقبال اور قرآن حکیم" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس بار ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر بالکل ایک نئے زاویہ سے گفتگو کرتے ہوئے اقبال کی ملی خدمات کو نئے انداز سے اجاگر کیا۔ ۹/ نومبر ہی کو ڈاکٹر صاحب نے انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی کے گیارھویں سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی۔ صدارتی خطبہ میں آپ نے انجمن اور تنظیم اسلامی کے باہمی تعلق کی اہمیت واضح کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں ادارے دراصل برصغیر میں رجوع الی القرآن اور غلبہ دین کی چار سو سالہ تحریک کے وارث ہیں اور اقبال کے دو خوابوں کی تعبیر ہیں۔ گویا یہ دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں اور ایک اہم مشن کے integral parts ہیں۔ تنظیم کے رفقاء کو انجمن کا رکن بننا چاہئے اور انجمن کے فعال اراکین کو نہ صرف تنظیم میں شامل ہونا چاہئے بلکہ اس کے نظم کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا چاہئے۔ بعد ازاں اسی روز ڈاکٹر صاحب نے کراچی کی رفیقات تنظیم اسلامی سے خطاب فرمایا۔ ۱۰/ نومبر کو ڈاکٹر صاحب نے صبح دس بجے انکم ٹیکس بار ایسوسی ایشن سے خطاب فرمایا۔ خطاب کا موضوع تھا "اسلام کا معاشی نظام اور اسلام میں محصولات کا تصور" ڈاکٹر صاحب کا خطاب انتہائی موثر اور جامع تھا' جس کی حاضرین نے بہت زیادہ تحسین کی۔ بعد ازاں آپ نے حاضرین کے سوالات کے جواب دیئے۔ کراچی میں قیام کے دوران ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد طاسین صاحب اور ممتاز شیعہ رہنما علامہ کلب صادق سے خصوصی ملاقات کی۔ ۱۱ نومبر کو ڈاکٹر صاحب برطانیہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ موصوف کے سفر کو وسیلہ ظفر بنائے۔ (رپورٹ : شیخ جمیل الرحمن)

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت
محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ برطانیہ

امیر محترم اپنی اہلیہ محترمہ (جو ناظم علیا حلقہ خواتین بھی ہیں) کے ہمراہ ۸ نومبر کو لاہور سے اپنے بیرون ملک سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے حسب پروگرام اپنا پہلا پڑاؤ کراچی میں ڈالا اور ۱۱/ نومبر کی دوپہر تک کراچی میں مصروف وقت گزارا۔ ۱۰/ نومبر کی دوپہر کو لاہور سے امیر محترم کے چھوٹے صاحبزادے آصف حمید لاہور سے کراچی پہنچے اور اسی رات راقم الحروف بھی فیصل آباد سے کراچی پہنچ گیا۔

۱۱/ نومبر بعد دوپہر چار افراد پر مشتمل تنظیم اسلامی کا یہ مختصر قافلہ اپنے امیر محترم کی قیادت میں پی آئی اے کی پرواز سے عازم لندن ہوا۔ سبز ہلالی پرچم سے مزین یہ پرواز کراچی سے بروقت روانہ ہو کر بروقت لندن کے ہیتھرو ایئرپورٹ پر اتری۔ لندن کے رفقاء و احباب اپنے امیر کے لئے اور حلقہ خواتین کی رفیقات اپنی ناظمہ علیا کے لئے چشم براہ تھیں۔

اس بار رفقاء لندن نے پہلی مرتبہ امیر محترم کے انگریزی لیکچرز کا ایک Well organized پروگرام ترتیب دے رکھا تھا۔ پروگرام کے لئے مسلمانوں کے ایک خیراتی ادارے کے زیر انتظام چلنے والا ایک ہوٹل بک کروایا گیا تھا جس کے وسیع ہال میں لیکچرز منعقد ہوئے اور ہال بکنگ کے ساتھ ایک complimentary room میں امیر محترم رہائش پذیر ہوئے۔ لیکچرز شام کے اوقات میں منعقد ہوئے۔

پہلا لیکچر : ۱۲ نومبر ـــــ عنوان

"The past, the present, and the future of the Muslim Ummah"

اس پروگرام میں مرد شرکاء کی حاضری سوا سو سے متجاوز تھی۔ امیر محترم نے تفصیل کے ساتھ سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا تقابل کر کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ امیر محترم کے خطاب سے قبل راقم نے حاضرین محفل کو خوش آمدید کہا اور "تنظیم اسلامی کے قیام کا مقصد فریضہ اقامت دین کی ادائیگی" کے موضوع پر انگریزی میں مختصر خطاب کیا۔

دوسرا لیکچر : ۱۳ نومبر ـــــ عنوان

"Essencial Concept of Khilafah and what form it will take today"

مرد شرکاء کی حاضری ۱۰۰ سے زائد تھی۔ امیر محترم نے تفصیل کے ساتھ نظام خلافت کے خدوخال کو سادہ اور دلنشین پیرائے میں بیان فرمایا اور ایک جدید اسلامی ریاست کا خاکہ بھی حاضرین کے سامنے پیش کیا۔

تیسرا لیکچر : ۱۴ نومبر ـــــ عنوان

"How Prophet Mohammad (P.B.U.H.) Established Khilafah"

حاضری ۱۰۰ سے زائد رہی۔

چوتھا لیکچر : ۱۶ نومبر ـــــ عنوان

"How to Establish Khilafah Today"

مرد شرکاء کی حاضری ۲۰۰ تھی۔ امیر محترم سے قبل راقم نے "بیعت" کے موضوع پر انگریزی میں خطاب کیا۔ اس علاقے کی ایک اہم شخصیت میاں محمد شریف صاحب کی تجویز پر امیر محترم نے اپنی دعوت کا خلاصہ اردو زبان میں بھی پیش کیا۔

اتوار کی صبح دس بجے محترم امیر تنظیم نے "امت مسلمہ کی موجودہ صورتحال اور آئندہ کا لائحہ عمل" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ جس سے قبل راقم نے تنظیم اسلامی کی دعوت کے اہم نکات واضح کئے۔ بعد دوپہر ڈاکٹر صاحب روزنامہ جنگ لندن کے دفتر تشریف لے گئے اور جنگ فورم سے خطاب فرمایا اور حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد ازاں شام کو ہوٹل میں متذکرہ بالا موضوع پر خطاب فرمایا اور حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔

خطاب اور سوال و جواب کی نشست کے بعد امیر محترم نے ہوٹل کی مسجد میں' تنظیم میں شامل ہونے والے نئے رفقاء سے بیعت لی۔ بعد ازاں امیر محترم نے سوموار کی شام رفقاء کے اجتماع میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کو ہدایات دیں۔ ہفتہ ۱۵ نومبر کو امیر محترم نے کیمبرج یونیورسٹی میں خطاب فرمایا' جس کا موضوع تھا :

"The Faith and the State in Islam"

امیر محترم کے خطاب سے قبل راقم نے سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات کی تلاوت مع ترجمہ کی اور مختصراً قرآن مجید کی دعوت ایمان کا خلاصہ بطور ہدیہ حاضرین مجلس کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پروگرام میں مرد شرکاء کی تعداد ۱۱۰ تھی اور تقریباً اتنی ہی خواتین نے بھی امیر محترم کے خطاب سے استفادہ کیا۔

۱۷ نومبر بروز سوموار مسجد نورالاسلام لیٹن (Leton) اور منگل ۱۸ نومبر کو ایشین کمیونٹی سینٹر الفورڈ (Ilford) میں امیر محترم نے خواتین سے "من وراء الحجاب" خطاب فرمایا۔ ۱۸ نومبر بعد دوپہر امیر محترم "ریڈنگ" تشریف لے گئے اور ریڈنگ یونیورسٹی میں "New World Order and Islam" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

علاوہ ازیں حلقہ خواتین لندن نے محترمہ ناظمہ علیا حلقہ خواتین کی لندن میں موجودگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان کے کئی خطابات منعقد کروائے۔

۱۹ نومبر ۹۷ء کو امیر محترم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لندن سے نیویارک روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ : ڈاکٹر عبدالسمیع)

تنظیم اسلامی لاہور غربی کے زیر اہتمام شاہدرہ میں ماہانہ درس قرآن کے افتتاحی پروگرام کا آنکھوں دیکھا حال

جس طرح کسی بھی دینی اور نیکی کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ کچھ انسانوں میں اتنی صلاحیت اور قابلیت پیدا فرما دیتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے لوگوں کے دلوں کی نہ صرف دھڑکن بن جاتے ہیں بلکہ دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور اپنے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی زندگیوں میں بھی پاکی اور پاکیزگی کا رنگ پیدا کرنے میں سرفہرست ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

"تم بہترین امت ہو' تم دنیا کی بھلائی کیلئے پیدا کئے گئے ہو' تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو"۔

میں اپنے قلم کے توسط سے تنظیم اسلامی لاہور غربی کے پروگرام کے بارے میں اپنے احساسات و جذبات کا اظہار کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اگرچہ اس طرح کے دینی پروگراموں میں شرکت کرنے کا موقع بہت کم ملا ہے لیکن میرے خیال میں شاہدرہ میں منعقدہ یہ دینی پروگرام اپنی نوعیت کا منفرد پروگرام تھا جس نے نہ صرف لوگوں کے دلوں کو گرمایا بلکہ تمام سامعین میں ایک نئی لہر اور پاکیزہ خیالات کا ایک نیا جوش اور ولولہ تازہ پیدا کر دیا۔

حسب روایت اس دینی پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید و حمید سے ہوا اور پھر نعت رسول مقبول ﷺ کے ذریعے لوگوں کو رسول اللہ کی محبت سے سرشار کر گیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب طاہر لطیف صاحب نے انتہائی پر شکوہ اور خوبصورت انداز میں ادا کئے۔ نعیم اختر عدنان صاحب نے پروگرام کا باقاعدہ تعارف کروایا اور "فضیلت قرآن" کے بارے میں تمہیدی لیکچر دیا۔ انہوں نے شاعر مشرق علامہ اقبال کے اشعار کی روشنی میں سامعین کو قرآن فہمی کی طرف متوجہ کیا۔ میرے خیال میں سامعین میں سے ہر ایک جلسہ سے جاتے وقت ایک عجیب تبدیلی اور احساس تفاخر لے کر اپنے گھر کو روانہ ہوا۔

جناب منیر احمد صاحب جو اس پروگرام کے مدرس اعلیٰ تھے' ان کی شخصیت کے لئے کسی حوالے یا تعارف کی ضرورت نہیں۔ کچھ لوگوں کو اللہ کی طرف سے خاص چیزیں ودیعت ہوتی ہیں۔ جناب منیر احمد بھی انہی لوگوں میں سے ایک ہیں۔ ان کا بات کرنے کا انداز' آغاز اور اختتام بالکل منطقی ہوتا ہے اور انہیں سننے والا سوچتا ہے کہ جیسے اس مسئلہ کا منطقی حل اور جواب یہی ہو سکتا ہے۔ وہ یوں زیر بحث موضوع کو سمجھانے اور سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی محفل میں بیٹھا ہر انسان خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس نقطہ نظر تک پہنچ جاتا ہے جہاں تک لے جانا منیر احمد کا صاحب کا اولین مقصد اور مدعا ہوتا ہے۔ جناب منیر احمد کا لیکچر انتہائی پر مغز اور معنویت سے بھرپور تھا۔ شاہدرہ میں یہ واحد پروگرام تھا جو اپنی دیگر خوبیوں کے علاوہ اس اہمیت کا حامل بھی تھا کہ اس پروگرام میں نوجوان طلبہ کے علاوہ طالبات اور خواتین کی کثیر تعداد بھی موجود تھی۔ سارا پروگرام انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ منعقد کیا گیا جسے سامعین نے انتہائی دلچسپی کے ساتھ سنا۔ میرے خیال میں ایسے پروگرام گاہے بگاہے منعقد ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ہم تقریریں کرنا تو بہت اچھی طرح جانتے ہیں جس سے ہماری قوم کا لہو وقتی طور پر بہت گرم ہو جاتا ہے مگر بعد میں ان تقریروں کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی پر مغز باتیں غور و فکر کے انداز خاص سے لوگوں کی روحوں تک پہنچائی جائیں تاکہ ہماری قوم ایک نئے راستے پر چل کھڑی ہو۔ ہمارا المیہ یہی تو ہے کہ ہم واہ واہ چاہتے ہیں جو صرف لفظوں کا کھیل ہوتا ہے لیکن مزہ تو تب ہے کہ بقول شاعر ہمارا تقریر کرنے کا مقصد بھی پورا ہو کہ

ع کاش تیرے دل میں اتر جائے میری بات

منیر احمد صاحب کا انداز تقریر لوگوں کی سوچ کے مطابق ہوتا ہے جبکہ بات کرنے کا انداز اور ساتھ ساتھ قرآن مجید کے تقدس اور فضیلت و اہمیت کا احساس دلانا بہت ہی منفرد انداز کا حامل ہے۔

جہاں تک اس پروگرام میری شرکت کا تعلق ہے تو بخدا میں نے اس دن بالکل نئے خیالات اس پروگرام سے حاصل کئے۔ لیکن میں یہ بھی سوچ رہی ہوں کہ بے شک جو مزہ دینی پروگرام سننے' سنانے اور منعقد کرنے میں ہے اور جو چاشنی اس "قرآنی درس" میں ہے وہ بے شک دنیا کے کسی ادب میں نہیں اس لئے کہ یہ کلام' اللہ کا کلام ہے۔ زیر بحث موضوع اللہ کا دین ہے اور یہ آواز خدا کے دین کی پکار ہے جسے نسل انسانی کی ہدایت کے لئے بلند کیا جا رہا ہے۔

آخر میں ایک بات کا تذکرہ ضرور کرنا چاہوں گی وہ یہ کہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے سپاہیوں کو جو انقلابی فکر دیا ہے یہ دراصل وہی بنیادی فکر ہے جس کا تقاضا ہمارا دین ہم سے بحیثیت مسلمان کرتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو گو میں ذاتی طور پر نہیں جانتی اور نہ ہی اب تک ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہے مگر ان کی "کرنوں" سے ان کی شخصیت کے "سورج" کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ خود بلند ترین ہستی ہے۔ بلند ترین مقصد کے لئے قائم تنظیم اسلامی کو اپنے اہداف و مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے۔ (آمین) اس پروگرام کی صدارت لاہور غربی کے امیر جناب ڈاکٹر اقبال حسین نے کی جبکہ دعائیہ کلمات مولانا محمد احمد فریدی خطیب جامع مسجد ختم نبوت فیروز والہ نے ادا کئے۔

یاسمین بانو (شاہدرہ)
(ایم اے انگلش' فائنل)

بقیہ : شیطان لعین کی بادشاہی

گا۔ ان لوگوں کو جو توحید ہی کو اول اور آخر سمجھتے ہیں ایک بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے مسلکی اور جزوی اختلافات سے صرف نظر کرتے ہوئے "الکتاب" پر جمع ہو جائیں۔ اسے مل جل کر اپنا پرچم بنائیں' اسے بلند کریں اس کی تعلیمات کو عام کریں اس نظریہ کو پھیلائیں ایک منظم صورت میں "الغرور" کا مقابلہ کریں۔ روشنی کا ظہور ہوتے ہی تاریکی خود بخود بھاگ جائے گی۔ "الکتاب" میں النور موجود ہے جب تک یہ جزدانوں میں بند ہے' باطل کا غلبہ رہے گا۔ جوں ہی اس کا نور پھیلے گا ظلمت کو سر چھپانے کی جگہ نہ مل سکے گی۔

یہی انبیاء کرام کا مشن تھا۔ ان کے ماننے والوں کو بھی یہی مشن اپنانا چاہئے۔ ہر انسان کی طرح یہ کائنات بھی اپنی مدت پوری کرے گی' لیکن وہی لوگ سرخرو ہوں گے جنہوں نے اس مشن میں اپنی جانیں کھپائیں ہیں۔ اپنی صلاحیت کو اس کام کے لئے وقف کر دیا ہے۔ یقیناً نور پھیلے گا مگر وہ تو ان لوگوں کے حصہ میں آئے گا جن لوگوں نے اس کے لئے جدوجہد کی ہو گی!!

بقیہ : اصلاح فکر

کے پاس کم' کچھ باصلاحیت ہیں اور کچھ کم صلاحیت والے۔ اگر اپنی اپنی بڑائیوں میں جینے والے معاملات کو انسان سے انسان کی نسبت پر دیکھیں گے تو فساد ہو گا۔ لیکن اگر معاملات کو خدا کی بڑائی میں رہتے ہوئے' خدا اور انسان کی سمت سے دیکھا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ سب برابر ہیں۔

اسلام وہ انسان بناتا ہے جو خدا کی عظمت میں زندگی گزارتا ہے۔ وہ کسی بھی معاملے کو ایک آدمی اور دوسرے آدمی کا معاملہ نہیں سمجھتا بلکہ ہر معاملے کو ایسا معاملہ سمجھتا ہے جو کہ آخر کار خدا کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔

گورنمنٹ ایم پی ای ہائی سکول شاہدرہ میں یوم اقبال کی تقریب سے خطاب

۱۰/ نومبر کو گورنمنٹ ہائی سکول شاہدرہ کے زیر اہتمام "یوم اقبال" منایا گیا۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر جناب میاں عبدالحق کی زیر صدارت منعقدہ پروگرام میں علاقہ کے ایم پی اے جناب شیخ ریاض احمد کے علاوہ نعیم اختر عدنان تقریب کے مہمانوں میں شامل تھے۔ نعیم اختر عدنان نے علامہ اقبال کے پیغام پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اقبال نے اپنے کلام میں کہا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قرآن کے آفاقی پیغام پر عمل پیرا ہو کر دنیا کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ ادا کریں۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶، شمارہ ۴۰
سالانہ زر تعاون ۔ /۴۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے تحریر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

90/-

لمحہ فکریہ

جناب نواز شریف صاحب!

صرف نفاذ شریعت ہی وہ "کشتی نوحؑ" ہے جس میں سوار ہو کر حالیہ بحران اور آنے والے طوفان سے بچا جا سکتا ہے!

—— نعیم اختر عدنان ——

قرآن مجید جیسی لاریب کتاب میں مختلف قوموں اور افراد کے واقعات کا بطور عبرت و موعظت اور باعادہ و تکرار تذکرہ کیا گیا ہے، جس کی غرض و غایت بعد میں آنے والی اقوام اور افراد کو نصیحت و فہمائش ہے تاکہ وہ قرآن کے بیان کردہ حالات اور انجام کار کے آئینے میں اپنے کردار و افعال کا جائزہ لے کر اپنے انجام کا تعین کر سکیں۔

پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ اور وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف حکومت کی سپریم کورٹ جیسے ملک کے اعلیٰ ترین آئینی ادارے سے دوبدو اور گرما گرم معرکہ آرائی کے تناظر میں ہمیں سورۂ ہود کی آیات ۴۱ تا ۴۳ یاد آ رہی ہیں، جن میں انسانی تاریخ کا ایک اہم واقعہ شرح و بسط سے بیان ہوا ہے۔ زیر بحث آیات میں حضرت نوح اور ان کی قوم کے حالات و واقعات کا بیان مذکور ہے۔ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال کے طویل اور صبر آزما عرصہ تک قوم کو اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی بندگی کرنے کا فریضہ یاد دلایا مگر قوم نے مسلسل "میں نہ مانوں" کی رٹ لگائے رکھی۔ آخر کار جب قوم سرکشی و نافرمانی کی آخری حدوں تک جا پہنچی تو قانون قدرت نے حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ قوم نوحؑ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب استیصال سیلابی طوفان کی شکل میں نمودار ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو حکم دیا کہ اہل ایمان کو خدا کے حکم سے بطور خاص تیار کردہ کشتی میں سوار کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب کشتی نوحؑ اہل ایمان کو تند و تیز طوفان اور بلند و بالا موجوں میں لئے چل رہی تھی تو حضرت نوحؑ نے اپنی پدری شفقت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے لخت جگر کنعان کو، جو خدا کا نافرمان تھا، جس نے آپ کی سنگت اور رفاقت ترک کر کے خدا کے نافرمانوں سے اپنا ناطہ استوار کر رکھا تھا، آواز دی کہ اے میرے بیٹے، آ جاؤ کافروں کا ساتھ چھوڑ کر اور میرے ساتھ اس کشتی پر سوار ہو جاؤ! مگر خدا کے عذاب کی گرفت سے بے خبر کنعان نے کہا کہ پہاڑ کی چوٹی مجھے اس طوفان سے بچا لے گی۔ مگر اس کا یہ خیال خام اور زعم باطل جلد ہی دم توڑ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دیگر نافرمانوں کے ساتھ پسر نوح بھی ابدی ہلاکت اور سرمدی بربادی سے دوچار ہو گیا۔ قارئین محترم ہماری تمہید اگرچہ قدرے طویل ہو گئی ہے مگر اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

قرآن مجید میں بیان کردہ اس واقعہ کے حوالے سے ہم وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مخلص اور نیک بندہ آپ کو آئین میں ترامیم کے ذریعے قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دے کر اللہ کی رحمت کو آواز دینے، گویا بحرانوں کے طوفان سے بچاؤ کی خاطر "کشتی نوحؑ" میں سوار ہونے کی باا[...] دعوت دیئے جا رہا ہے مگر آپ ہیں کہ اہل حق کی با[...] کرنے کی بجائے پارلیمنٹ کے اکثریتی مینڈیٹ [...] "کنعان" کی طرح اپنی بقاء کی علامت و ضمانت بنائے رکھنے پر مصر ہیں۔ وزیر اعظم صاحب! اب بھی وقت ہے اللہ [...] جناب میں توبہ و انابت کا۔ اس سے فائدہ اٹھائیں قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دے دیں اور "کش[تی] نوحؑ" میں سوار ہو کر آنے والے طوفان سے بچ جا[ئیں] وگرنہ آئین میں آناً فاناً کی جانے والی تمام ترامیم بھی "[بے] سود" ثابت ہو جائیں گی جیسے حضرت نوحؑ کے بیٹے کے [لئے] بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں بے کار ثابت ہو گئی تھیں۔

محترم میاں نواز شریف صاحب! اتنے بھاری [...] مینڈیٹ کے ہوتے ہوئے بھی بحران در بحران کا شکار ہو[نا] اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ [سے] وفاداری کا رشتہ استوار کرنے کا فی الفور اعلان کر دیجئے اور بسم اللہ مجریها ومرسها کہہ کر خدا کی کشتی میں سوار ہو جایئے۔ اس طرح آپ بھی محفوظ ہو جائیں گے اور آپ کا اقتدار بھی، ورنہ اس طوفان میں جو خود آپ کے بقول اچانک چڑھ آنے والے سیلاب کی مانند ہے، آپ کا سب کچھ غرق ہو جائے گا۔

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے زیر اہتمام

ایک سالہ قرآن فہمی کورس

✪ آغاز: 16/ فروری 1998ء ✪ اوقات: صبح 8:30 تا 1:00 بجے دوپہر
✪ بمقام: قرآن اکیڈمی، کراچی ✪ قابلیت: کم از کم F.Sc/F.A و مساوی
✪ نصاب: آسان عربی گرامر، منتخب نصاب قرآنی، تجوید، منتخب احادیث، اصول فقہ، دینی لٹریچر
✪ داخلے کی آخری تاریخ 12 فروری 1998ء ہے۔

نوٹ: کورس میں خواتین کی شرکت کا معاملہ اور بیرون کراچی خصوصاً اندرون سندھ کے حضرات کے لئے رہائش و طعام کی سہولت کی فراہمی کا معاملہ ابھی زیر غور ہے۔

قرآن اکیڈمی، خیابان راحت، درخشاں، فیز VI ڈیفنس
فون: 5854036-5855219